صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

جولائی : ۱۹۹۵ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان

(یوسف آیت ۶۴)

سترہویں سالانہ دو روزہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانفرنس ربوہ

۱۱، ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۶ھ — جامع مسجد احرار

۹، ۱۰ اگست ۱۹۹۵ء — ربوہ

خصوصی خطاب

ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

پروگرام

۱۱ ربیع الاول بعد نماز مغرب تا ۱۰ بجے شب

* مجلس ذکر اور تربیتی بیان

۱۲ ربیع الاول

* بعد نماز فجر: درس قرآن کریم
* ۹ بجے صبح: بیانات اکابر

جلوس

حسب سابق بعد از ظہر فدائین احرار کا فقید المثال جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا اور اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا بس سٹاپ پہنچ کر دعاء کے ساتھ اختتام پذیر ہوگا۔ دورانِ جلوس مقررہ مقامات پر زعماء احرار خطاب فرمائیں گے۔

منجانب

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان۔

رابطہ فون: ربوہ: 211523، ملتان: 511961، فیصل آباد: 653886، چیچہ وطنی: 2112

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

صفر المظفر ۱۴۱۶ھ جولائی ۱۹۹۵ء جلد ۶ ، شمارہ ۷ قیمت ۵/ روپے

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:
سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبد الحق مدظلہٗ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ
ذوالکفل بخاری ۰ قمر الحسنین
شمس الاسلام بہلوی ۰ ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ۰ عبد اللطیف خالد
خادم حسین سید خالد مسعود

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک ۱۰۰/ روپے ● بیرونِ ملک ۱۰۰۰/ روپے پاکستانی

رابطہ

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّة (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
تاریخ وسوانح:	سیدنا حسینؓ	سید عطاء المحسن بخاری	۷
قلم برداشتہ:	سچ کہوں توزبان کٹتی ہے	سید عطاء المحسن بخاری	۱۰
گفتگو:	حکیم محمد ذوالقرنین ۔کے ساتھ ایک ملاقات	سید کفیل بخاری /مہدی معاویہ	۱۳
مقالہ خصوصی:	جمہوریت ایک ناکام ترین نظام ہے	محمد عابد نفیسی	۲۳
حاصل مطالعہ:	پارہ ہائے دل	عبد الواحد بیگ المرحوم	۲۹
ردِ مرزائیت:	مرزاقادیانی کوانگریزی نبوت کیسے ملی؟	طاہر رزاق	۳۲
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات انکی	ساغر اقبالی	۴۰
اخبار الاحرار:	کاروان احرار منزل بہ منزل (ملتان، صادق آباد اور رحیم یار خاں کے اجتماعات احرار کی روداد)		۴۲
شخصیت:	غازی علم الدین شہید	رشید احمد شیخ	۵۱
یادرفتگان:	ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی	شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	۵۵
تذکرہ:	خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ	سید عطاء المحسن بخاری	۵۹
شاعری:	رنگِ سخن	پروفیسر اکرام تائب	۶۳

کراچی جل رہا ہے اور.........

گزشتہ ایک ماہ میں کراچی میں بدامنی اور بے گناہ شہریوں کی قتل و غارت گری کے واقعات میں جو برق رفتاری آئی ہے اس نے پورے ملک کے عوام میں خوف و ہراس اور عدم تحفظ کے احساس کو بھی تقویت دی ہے۔ گزشتہ ماہ پاکستان کی وزیرِ اعظمی بے نظیر زرداری نے قصور کے ایک اجتماع میں اپنے خطاب کے دوران ایم کیو ایم کے کارکنوں کے لئے جو الفاظ استعمال کئے انہوں نے حالات کو بگاڑنے میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔ الطاف حسین نے بے نظیر سے معافی مانگنے کا مطالبہ کیا مگر بے نظیر اپنے الفاظ واپس لینے پر تیار نہ ہوئیں کہ انہوں نے اپنے والد کی تربیت میں یہی ورثہ پایا ہے۔ وہ بھی اپنے مخالفوں کو گالیوں اور نازیبا الفاظ سے یاد کرتے تھے اور نام بگاڑ کر رسوا کرتے تھے۔ کراچی...... جو کبھی روشنیوں کا شہر تھا، امن کا گہوارہ تھا اب وہاں موت کا رقص ہے، خانہ جنگی ہے اور سرکاری و غیر سرکاری تمام املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ کوئی دن قتل و غارت گری کے واقعات سے خالی نہیں۔ جدید ترین اسلحہ (راکٹ لانچر) جو ملکی افواج دفاعِ وطن کے لئے استعمال کرتی ہیں وہ نہتے شہریوں پر استعمال ہو رہا ہے۔ ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ اسلحہ کہاں سے اور کیسے کراچی پہنچا؟ وہ ایجنسیاں اور خفیہ ادارے اب کہاں ہیں جو گزشتہ برسوں میں حکومت کو دہشت گردوں کے بارے میں یہاں تک معلومات فراہم کرتی رہیں کہ را اور موساد کے اتنے دہشت گرد فلاں تاریخ کو پاکستان کے فلاں شہر میں داخل ہو گئے ہیں اور وہ فلاں فلاں شخصیت کو قتل کریں گے اور فلاں فلاں مقام کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنائیں گے۔ حتیٰ کہ ان کی تصویریں تک حکومت کو مہیا کی جاتیں رہیں۔ اب ان ایجنسیوں کا وجود تک نظر نہیں آتا۔ جبکہ دہشت گردی کرنے والے علی الاعلان دہشت پھیلا رہے ہیں اور قتل و غارت گری کر رہے ہیں۔ اور حکومت نہایت بے شرمی، ڈھٹائی اور سفاکی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ بے نظیر زرداری آج جس الطاف حسین کو غدار اور دہشت گرد قرار دیکر ان کے خلاف اعلان جنگ کر رہی ہیں، ۱۹۸۸ء مین انہوں نے اپنی وزارت عظمیٰ کے لئے انہیں "الطاف بھائی" کے نام سے یاد فرمایا تھا اور کوچہ رقیب میں ان کی حمایت کی خیرات لینے سر کے بل چل کے گئی تھیں۔ یہ بات بھی آن دی ریکارڈ ہے کہ نواز شریف اور بے نظیر

زرداری دونوں کے سابقہ ادوار حکومت میں الطاف حسین پر سنگین نوعیت کے مقدمات قائم ہوئے مگر کسی نے بھی انہیں گرفتار نہ کیا۔ پیپلز پارٹی نے اپنے مخالف شیخ رشید (ایم این اے) کو ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کر کے نہ صرف گرفتار کیا بلکہ سزا بھی دلوا دی۔ اور حزب اختلاف کے دیگر کئی رہنماؤں کو بھی مختلف سنگین نوعیت کے مقدمات میں مورد الزام ٹھہرا کر جیل بھیج دیا۔ مگر الطاف حسین کو گرفتار نہ کرسکے۔ صاف بات یہ ہے کہ الطاف حسین ایک عوامی طاقت ہے بے نظیر اور نواز شریف دونوں اپنے اپنے مفادات کے لئے ان سے تعاون کی بھیک مانگتے رہے۔ جب تک انہیں مفادات ملتے رہے وہ الطاف بھائی اور محب وطن تھے جونہی مفادات مجروح ہوئے تو انہیں غدار کہنا شروع کر دیا۔ الطاف حسین آجکل بے نظیر کے نزدیک دہشت گرد اور وطن دشمن ہیں جبکہ نواز شریف اور ان کے حلیفوں کے نزدیک محب وطن ہیں۔ ہمارے نزدیک الطاف حسین کا سیاسی قد کاٹھ بڑھانے میں خاص کر ان دونوں فریقوں اور دیگر سیاست دانوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اب وہ جس مقام پر کھڑے ہیں اس سے مراجعت خود ان کے لئے سیاسی موت ہے۔ اب تو ایک دوسرے کی حیثیت کو تسلیم کر کے حب الوطنی کے جذبہ سے افہام و تفہیم کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے اور حالات کو سدھارا جاسکتا ہے۔

سقوطِ مشرقی پاکستان کا المیہ ہمارے سامنے ہے بعینہ تاریخ کا وہی آموختہ مکرر دہرایا جا رہا ہے۔ ماضی میں جس طرح سیاست دانوں نے شیخ مجیب الرحمن کو پہلے محب وطن کہا پھر اگر تلہ سازش کیس میں ملوث کر کے گرفتار کیا اور انہیں غدار کہا، پھر انہیں رہا کرایا اور پھر غدار کہا۔ نتیجۃً مشرقی پاکستان کے عوام میں مغربی پاکستان کے بارے میں نفرت کے جذبات ابھرے اور سازشی عناصر نے اس آگ کو اس قدر بھڑکایا کہ پھر قائداعظم کا پاکستان ایک نہ رہ سکا۔ یہی معاملہ الطاف حسین اور ان کی جماعت کے ساتھ ہو رہا ہے۔

کراچی کا امن کون تباہ کر رہا ہے؟ یہ کوئی راز ہے نہ معمہ۔ حکومت ان تمام اندرونی و بیرونی قوتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ البتہ اس سوال کا جواب حکومت کے ذمہ ہے کہ وہ ان قوتوں کو بے نقاب کرنے سے کیوں گریز کر رہی ہے؟

یہ بات بھی حد درجہ تشویشناک ہے کہ خانہ جنگی کے اس ماحول میں غیر ملکی، صنعتکاروں اور سرمایہ کاروں کے روپ میں کراچی میں موجود ہیں۔ وہ کس مستقبل کی امید پر سرمایہ کاری کر رہے ہیں؟ اور کوڑیوں کے بھاؤ زمینیں خرید رہے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فساد کی اصل جڑ یہی غیر ملکی

ہیں جو وطن دشمن قوتوں کو منظم کر رہے ہیں۔ انہیں کراچی سے نکال دیا جائے تو حالات کافی حد تک بہتر ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک سوال پھر ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا موجودہ حکومت حالات بہتر بنانے میں مخلص بھی ہے؟ اگر مخلص ہے تو پھر امن و سکون قائم کرنے کے ہزار طریقے ہیں اور ان پر عمل کر کے یہ نعمت حاصل کی جا سکتی ہے اور اگر موجودہ حکمرانوں کی نیتوں میں ہی فتور ہے تو پھر تباہی و بربادی کی طرف جانے کے بھی بے شمار راستے ہیں۔ مثلاً اسی بات کو لیجئے کہ حکومت نے فوج کو ملوث نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور قیام امن کے لئے ملک کی سول فورسز کو استعمال کرنے کا تہیہ کیا اس سلسلہ میں یہ شر انگیز تجویز بھی سامنے لائی گئی کہ صرف پنجاب پولیس کو ہی قیام امن کے لیے کراچی بھیجا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ پنجاب کے خلاف نفرت پیدا ہونا ہے۔ پنجاب حکومت ابھی تک اس تجویز سے متفق نہیں ہوئی اور اس نے تمام صوبوں سے پولیس بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے۔ حکومت کے خلوص کو پرکھنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ایک طرف کراچی جل رہا ہے اور دوسری طرف اسلام آباد میں نیرو ڈیسک بجا رہے ہیں، وزیر و مشیر لوٹ مار چھین میں مصروف ہیں۔ ممبران اسمبلی اپنے ہاسٹلز میں زناء و شراب کی محفلیں برما رہے ہیں اور قومی خزانہ تباہ کیا جا رہا ہے۔ حالات کے بگاڑ میں جہاں ملک دشمنوں کا ہاتھ ہے وہاں یہ بات بھی ہم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قوم کی اجتماعی بد اعمالیوں کی سزا ہے۔ جس ملک کے معاشرے میں اللہ، رسول، قرآن، صحابہ اور اسوۂ حسنہ کی کھلی توہین ہو اور اسے حکومتی سرپرستی اور تحفظ حاصل ہو، دین والے معتوب اور دین دشمن دندنا رہے ہوں وہاں امن قائم نہیں رہ سکتا۔

حکومت جس انداز میں کراچی کا مسئلہ حل کرنا چاہتی ہے اس سے امن کی بیل منڈھے نہیں چڑھے گی۔ حکومت نے ایم کیو ایم سے مذاکرات کے لئے ہتھیار پھینکنے کی شرط عائد کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایم کیو ایم تو اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتی کہ اس نے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں چہ جائیکہ وہ ہتھیار پھینک دے گویا وہ دہشت گردی کے الزام کو تسلیم کر لے۔ اس وقت اصل مسئلہ ملک کی بقاء اور سلامتی کا ہے اس لئے حکومت کو اپنے تمام مفادات بالائے طاق رکھ کر اور پیشگی شرائط عائد کئے بغیر ایم کیو ایم کی قیادت سے مذاکرات کرنے چاہئیں اور ہر ممکن حد تک ملک کو بچانے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔

تحریک نفاذ شریعت مالا کنڈ:

گزشتہ ماہ تحریک نفاذ شریعت کے سربراہ مولانا صوفی محمد نے اپنے اس مطالبے کو پھر دہرایا ہے کہ

مالا کنڈ میں شریعت محمدی نافذ کی جائے۔ مالا کنڈ کے عوام پہلی مرتبہ یہ مطالبہ نہیں کر رہے۔ حالیہ برسوں میں یہ تحریک تیسری مرتبہ ابھر رہی ہے اور حکومت اسے تشدد کے ذریعے کچلنے کے غیر اخلاقی ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ وزیر داخلہ کا بیان انتہائی شرمناک ہے کہ "شریعت کے نام پر شر پھیلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی"۔ مالا کنڈ کا علاقہ گزشتہ ڈیڑھ صدی سے اپنا ایک دینی پس منظر رکھتا ہے۔ اسی علاقے سے سید احمد شہید رحمہ اللہ نے دینی حکومت کے قیام کے لئے جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا اور یہیں سے انگریز کے خلاف تحریک ریشمی رومال کو افرادی اور اخلاقی مدد ملی۔ ہر بار اس علاقہ کے غیور مسلمانوں کو باغی اور غدار قرار دے کر کچلا گیا اور ان کے جائز اور مبنی برحق مطالبہ کو ماننے سے انکار کیا گیا۔ آج بھی حکومت نے ٹیکس نا دہند گی کا بودا الزام لگا کر بیسیوں مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ مولانا صوفی محمد اور ان کے رفقاً کو گرفتار کر لیا گ

گزشتہ سال ۱۵ مئی کو تحریک کے کارکن یہی مطالبہ لے کر سڑکوں پر آئے تھے مگر ڈپٹی کمشنر بونیر کے حکم پر گولی چلا کر دس مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ کئی مسلمان زخمی ہوئے۔ پھر حکومت نے نفاذ شریعت کا مطالبہ مان کر وہاں شرعی عدالتوں کے قیام کا اعلان کیا۔ مگر نومبر ۱۹۹۴ء سے جون ۱۹۹۵ء تک اس سلسلہ میں کچھ نہ ہوا اور حکومت اور تحریک کے درمیان طے شدہ معاہدہ پر بھی عملدر آمد نہ ہوا۔ تحریک نفاذ شریعت کے امیر مولانا صوفی محمد کے مطابق انگریزی قوانین پر شریعت کا لیبل لگا کر ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ حکومت دراصل کافرانہ نظام کو ہی مستحکم کرنا چاہتی ہے۔ سرکاری اداروں سے علماء اور دین دار ملازمین کا دوسرے شہروں میں تبادلہ کیا جارہا ہے اور اپنی مرضی کے بے دین افراد ان کی جگہ متعین کیے جارہے ہیں۔ ان حالات میں تحریک کے کارکن پھر میدان میں اتر آئے ہیں اور اپنے لئے شرعی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ہم تحریک نفاذ شریعت کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ حکومت تحریک کے مطالبات کو تسلیم کرے، راہنماؤں کو غیر مشروط طور پر رہا کرے اور شہداً کے وارثوں کو خون بہا ادا کرے۔ تشدد کے ذریعے اس تحریک کو وقتی طور پر تو دبایا جاسکتا ہے مگر پاکستان کے بے دین اور ملت فروش حکمران یاد رکھیں کہ اب اس خطہ میں اسلامی حکومت کا سورج طلوع ہو کر رہے گا۔

سید عطاء المحسن بخاری

شہیدِ غیرت ، مظلومِ کربلا ، ریحانتہ النبی
سیدنا حسینؓ ابنِ علی سلام اللہ علیہم

جماعت صحابہ..... دانائے سبل، فرالرسل؛ مولائے کُل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکمِ الہی، کلام، کلام الہی اور عمل منتہائے ربی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہ کی جماعت گراں مایہ میں فکر و نظر اور شعور و احساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امت رسول ﷺ کے لئے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نور نظر علی المرتضی، سیدنا حسین سلام اللہ و رضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہ کے فرد فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسینؓ کی ذات والاصفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔

سیدنا حسینؓ.....! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیامِ طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ الوہ التحیتہ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانتہ النبی ہیں..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا..... یا اللہ! جو حسینؓ سے محبت کرے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ جو حسینؓ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔

سیدنا حسینؓ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہ راست فیضانِ رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام و مرتبہ اور اجلال و اکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز و محور ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعہ شہادت منافقین عجم کے سازشی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؓ سے دین کی روحِ عمل سمجھ میں آجاتی ہے اور غیرت و حمیت اپنے اوجِ کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؓ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعت شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہ کو بھی ہمیشہ کے لئے رسوا کر دیا جو ان کے نانا کے دین کے درپے آزار ہو کر خلافت

عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلا، اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدار کسریٰ کے ملیامیٹ ہو جانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی انہی دو نمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سبا جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؓ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ آدمیوں نے سیدنا حسینؓ کو خط لکھا کہ حسینؓ! تجھ کو مبارک ہو! معاویہ مر گیا"۔ سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آئیے ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؓ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب حضرت حسینؓ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر حسینؓ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہو جائے گی اور مفاہمت ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسینؓ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا

ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ خدا کی قسم یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ سیدنا حسینؓ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر آئمہ اہل سنت اور آئمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو تاریخ ابن کثیر، تاریخ طبری اور شیعہ کی مشہور کتاب "الشافی" میں مرقوم و مرتسم ہیں کچھ یوں ہیں۔

"میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو × یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں۔
× یا تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یذید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کر لے گا۔
× یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہو گا وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہو گی وہی مجھے بھی پہنچے گی۔ (الشافی ص ۷۱)

ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی تحقیق کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

جو لوگ آج حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھار ہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں سبائی دولت، اشتری حیلوں، حکیمی تجبر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرتکز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کر دئیے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداء رسول و اصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا۔ اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت عثمانؓ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

بندگیٔ "بوتراب" کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لئے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگیٔ طاقت و دولت آئین ہائے کہنہ و نو کے متنِ واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خبیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لئے سازگاری ہی سازگاری تھی۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ، اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آلِ رسول ﷺ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتل گاہِ آلِ رسول بنا دی گئی۔ سبطِ رسول شہید کر دئیے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا۔ ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گذشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اول میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہ اور اسوۂ و آثار اصحاب رسول اس ناقابل تسخیر قلعہ کی فصیلیں ہو گئی ہیں۔ × جب تک دنیا قائم ہے حسینؓ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرامؓ) کا نام بھی تا ابد تابندہ رہے گا۔

سید عطاء المحسن بخاری

قلم برداشتہ

سچ کہوں تو زبان کٹتی ہے

ہمارے ملک میں سیاست بازی و شخصیت سازی کا دستور نرالا ہے۔ جو بھی برسر اقتدار آتا ہے وہ پچھلوں یا پہلوں کو گالی بنانے کی کوشش میں تمام داؤ پیچ استعمال کرتا ہے۔ چاہے اس استعمال کی غلط کاریوں سے وہ خود گالی بن کے رہ جائے۔ اسی طرح اقتدار و اختیار کے بدہئیت بت اپنے سابقوں اور لاحقوں کو ایسی ایسی تنگنائیوں اور کٹھنائیوں سے گزرنے پر مجبور کریں گے کہ سیاست بھی سرپیٹ کے رہ جائے۔ مثلاً معتوب اپوزیشن کو آجکل جن مرحلوں سے گزارا جارہا ہے اگر اس کا نام انتقام نہیں ہے تو پھر بھٹو کی پھانسی کو بھی انتقام نہیں کہا جاسکتا۔ شیخ سعدی نے حکمرانوں، حیوانوں کو پندو وعظ کرتے ہوئے یہی بات فرمائی تھی

بہ نیم بیضہ چوں سلطاں ستم روا دارد
زنند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ

کہ اگر حکمران و سلطان آدھے انڈے کے برابر بھی ظلم و جور روا رکھے گا تو اسکے لشکری ہزاروں مرغ سیخوں پر بھون کر کھا جائیں گے۔ یہی اس حکومت میں ہورہا ہے وفاقی وصوبائی حکومتوں کے ماتحت تمام ادارے خصوصاً پولیس (یا اپنے لاہوریوں کے بقول "سپوہٹے") یہی کردار سرانجام دے رہے ہیں۔ حکومت نے اگر مسلم لیگی ایم این ایز یا ایم پی ایز کو عتاب و عقوبت کے لئے چن لیا ہے تو حکومت کے خرکارے (ہرکارے) بھلا اس کمال سے پیچھے بلکہ محروم کیوں رہیں؟ پھر آجکل پیپلز پارٹی، مسلم لیگ کے ساتھ جو "خوش فعلیاں" کر رہی ہے یہ تو مکافات عمل ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مسلم لیگی حکمرانوں نے نہتے مسلمانوں اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ جو ظلم کیا تھا وہ بھی تاریخ کا ایک کربناک باب ہے۔

جب انگریز ملعون یہاں حکمران تھا تو سیاسی کارکنوں، زعیموں، صحافیوں اور نکتہ وروں کے ساتھ یہی "حسن سلوک" ہوتا تھا اور یہ سلوک اکثر و بیشتر سوگ بن جاتا تھا۔ چودھری افضل حق جو مجلس احرار کا شہ دماغ تھے انہیں فرنگی تعزیر نے دائیں ہاتھ کی توانائیوں سے ہمیشہ کے لئے محروم کردیا تھا، کھانے میں کوئی چیز کھلا کر ان کو ہمیشہ کے لئے بلند آواز سے محروم کردیا تھا۔ پھر وہ تمام عمر بائیں ہاتھ سے لکھتے رہے۔ حکیم محمد غوث جام پوری ستاری عمر کے لئے دائیں ہاتھ کے "ارتعاش" کو قابو نہ کرسکے اور فرنگی ملعون نے ان مظالم کو جواز بخشنے کے لئے یہی زبان چلائی تھی کہ یہ انتقام نہیں، بلکہ جو کیا ہے اس کا بھگتان ہے، جانباز مرزا مرحوم تمام عمر کندھا لٹکائے رہے کہ یہ بھی اسی جرم بے گناہی کے اسیر تھے۔ اس دور میں آزادی کا نعرہ لگانا فرنگی کے استبداد کو للکارنے کی بات تھی۔ آج حقوق کا مطالبہ کرنا جاگیردار کی نخوت و پندار کو ہنکارنے کے مترادف ہے۔ اس ملک میں پولیس کا کردار مجموعی طور پر ایک اچکے اور بھگے، سے کم نہیں۔ بنیادی وجہ وہی ہے جو شیخ

سعدی مرحوم نے فرمائی ہے۔ جن سرکشوں، متکبروں اور فرعون بے سامان افراد کو یہ بات کہی گئی ہے ان کے اپنے ماحول میں ذاتی عقوبت خانے بھی ہیں جو ان کے اقتدار کے دنوں میں آباد ہوتے ہیں اور اگر یہ

کالے انگریز خدانخواستہ ظاہری اقتدار سے محروم بھی ہوں تو بھی ان کے عقوبت خانوں میں "وسدے وسیب" میں ان کے تمرودی احکام کی خلاف ورزی کرنے والا، یا ان کی فرعونی خواہشات پوری نہ کرنے والا مقہور مکین مل جائے گا۔ جنوبی پنجاب، سندھ کا بالائی حصہ، بلوچستان کے سرداروں کا سرداری علاقہ، کسی ابن بطوطہ کا منتظر ہے یا کسی موہنجودڑو، ہڑپہ کا دریافت کنندہ وہاں پہنچے اور دریافت کرلے کہ

ہیں تلخ یہاں بندہ تنقید کے اوقات

یا گجرات کے چودھریوں سے اسکی تصدیق کی جاسکتی ہے اور اگر انکار ہی انکار پیش آئے تو پنجاب پولیس اسکی عینی گواہ ہے اور یہ بھی اگر مکر جائیں تو پیران پنجاب کے "چکری لوٹے" یا کشف پر قناعت کرلی جائے کہ انگریز نے بھی انہی کی گواہی معتبر مان کے اعتبار کرلیا تھا۔ معتبر اور اعتبار باہم لازم وملزوم ہیں۔

کسی دور میں ہمارے گجراتی محروم اقتدار لوگ ہماری طرح پیدل ہونے کے باوجود ہماری بات نہیں مانتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی بات ہے، وڈے چودھری جی بقید حیات تھے۔ ان کی دختر نیک اختر کو ایک مرزائی ٹیوٹر پڑھانے آتے تھے۔ ختم نبوت کی تحریک اپنے آخری مراحل میں تھی اور چودھری صاحب تحریک ختم نبوت کے رہنما بھی کہلاتے تھے۔ ہم لوگ غالباً جیل یاترا سے جاں بخشی کے بعد گھروں کو لوٹے تھے۔ ہم میں جماعت اسلامی کے چودھری نثار، جاٹ ہونے کے ناطے مُصر تھے کہ چودھری صاحب کے پاس جانا چاہیئے اور ان سے عرض معروض کریں کہ یہ مسئلہ نہایت نامناسب ہے، ایک طرف آپ (بھٹو دشمنی میں) ہم سے تعاون بھی کرتے ہیں، تحریک ختم نبوت کی حمایت بھی کرتے ہیں، دوسری طرف ایک مرزائی پروفیسر آپ کی دختر نیک اختر کو پڑھانے بھی آتا ہے۔ اسکو سبکدوش کریں اور کسی مسلمان کو متعین کرلیں۔ ہم سات آدمی تھے۔ بدقسمتی ساتوں کی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ گفتگو تم کرو۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ ہم فقیروں کی بات بڑے لوگ نہیں مانا کرتے، تم خود بات کرو۔ تم جاٹ بھی ہو اور متحدہ محاذئیے بھی ہو۔ تم بہتر ہو لیکن نہ جانے انہوں نے کیا بہتری سوچی کہ میری نمائندگی پر وہ اڑگئے، چاروناچار جیل کی یاری پر اپنی رائے قربان کردی اور جناب چودھری ظہور الٰہی کے دربار میں پہنچ گئے۔ علیک سلیک اور تعارف کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا، ابھی میں عرضِ مدعا کے چند جملے ہی کہہ پایا تھا کہ جناب چودھری صاحب گویا ہوئے۔ "سنیا تُسی بنگلہ دیش نامنظور وی کہندے او"۔ میں نے کہا کہ میں اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کی پالیسی پر عمل کرتا ہوں۔ کہنے لگے "نئیں ہُن تُسی نئیں کہنا"۔ میں تو بے نیازِ جام و ساغر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنی جماعت کے نظم کا پابند ہوں آپ کا نہیں۔ اتنے میں چودھری صاحب نے ہاتھ کے اشارے اور زبان سے کہا کہ "اوئے نئیں نئیں" میں نے گھوم کر دیکھا تو عقب میں محمد شفیع سماں ہاتھ میں جوتا لئے مجھے مارنے کے لئے آگئے

بڑھ رہے تھے جو جناب چودھری صاحب کے روکنے سے رک گئے مگر میرے ساتھ جانے والے اور مجھے "سپوکس مین" کا اعزاز بخشنے والے دم سادھے بیٹھے رہے اور انہوں نے "وند ٹوں دند نہ پٹیا مونہوں کُجھ نہ پھٹیا" .... اور یوں میں، ایک مرزائی کو چودھری صاحب کی شفقتوں سے محروم کرانے کی قیمت ادا کر کے واپس آ گیا۔ "پسپا" ہو گیا۔ یہ واپسی آج تک جاری ہے۔ کس کس کو، کہاں کہاں، کب کب پسپائی کا سامنا رہا ہے؟ یہ قصہ بھی تفصیل چاہتا ہے.......

"تجھے کیا سناؤں میں ہم نشیں، مرے غم کا قصہ طویل ہے"!

اور پھر کون جانے، کون بتائے کہ یہ واپسی، یہ پسپائی ان بڑوں کے اقتدار تک جاری رہے گی یا کہیں تھمے گی بھی؟ میں اپنے ذاتی اور ملکی حالات کے پیش نظر کہہ سکتا ہوں کہ مجھ ایسوں کی واپسی ایک ایسی ڈھلوان سے گرنا ہے جس پر پھسلن ہی پھسلن ہے اور کہیں بھی پاؤں اٹکانے کی جگہ نہیں ہے اور اگر آپ پسند فرمائیں تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

ہمارا پوسٹ کوڈ نمبر 6000 ہے۔
آپ کا پوسٹ کوڈ نمبر کیا ہے؟

دو تین ماہ سے اکثر قارئین کو شکایت ہے کہ انہیں نقیب ختم نبوت نہیں مل رہا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ محکمہ ڈاک نے پوسٹ کوڈ نمبر لازمی قرار دے دیا ہے۔ جس پتہ پر کوڈ نمبر درج نہیں ہوتا عموماً وہی ڈاک ہمیں واپس موصول ہوتی ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے ڈاکخانہ سے اپنا پوسٹ کوڈ نمبر معلوم کر کے ہمیں لکھ بھیجیں۔ تاکہ پرچہ کی ترسیل کو ممکن حد تک یقینی بنایا جا سکے۔ (ادارہ)

سید کفیل بخاری / معدی معاویہ گفتگو

حکیم محمد ذوالقرنین سے ایک ملاقات

حکیم محمد ذالقرنین صاحب...... مجلس احرار اسلام کے عہدِ رفتہ کی یاد گار ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اسی سال مجلس احرار اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ ابتدائی دینی تعلیم امرتسر میں اپنے محلہ کی مسجد میں حاصل کی۔ اور وہیں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر لاہور آگئے اور طب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد مولوی حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ محکمہ انہار میں کلرک تھے مگر علم و فضل میں بلند مقام پر فائز تھے۔ ان کی صحبت و شفقت نے موصوف کی تعلیم و تربیت میں بنیادی کردار ادا کیا۔ انہوں نے ردّ مرزائیت کے موضوع پر بے پناہ مضامین لکھے اور اہل علم و دانش سے خراج وصول کیا۔

حکیم صاحب قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام لاہور کے سیکرٹری رہے۔ ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار اسلام کی برپا کردہ تحریک تحفظ ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے ان کی یاداشتیں ماضی کا سرمایہ ہیں۔ آجکل لاہور میں مطب کرتے ہیں اور اب ہومیوپیتھک ڈاکٹر بھی ہیں۔

۲۹ نومبر ۱۹۹۴ء کو ان کے مطب لاہور میں ان سے ایک یادگار نشست ہوئی ہمارے رفیق فکر معدی معاویہ بھی شریک مجلس تھے اور حضرت صوفی کاشمیری بھی۔ اس مجلس میں حکیم صاحب نے جو گفتگو فرمائی وہ نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

- **مجلس احرار سے آپ کا تعلق کس حوالے سے ہوا؟**

میرے والد مولوی حبیب اللہ صاحب حضرت شاہ جی (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کے بڑے معتقد تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ مرزائیت کے بہت خلاف تھے، ردّ مرزائیت کے حوالے سے انہوں نے کئی رسائل لکھے۔ اور مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مل کر مختلف مقامات پر مرزائیوں سے مناظرے بھی کئے۔ قادیان میں مجلس احرار کے زیر اہتمام اکتوبر ۱۹۳۴ء میں تبلیغ کانفرنس منعقد ہوئی تو اس کا دعوت نامہ والد صاحب کو بھی آیا اس وقت سر ظفر اللہ قادیانی گورنمنٹ آف انڈیا کا سیکرٹری تھا، اس نے اوپر کی سطح پر یہ بات چلائی کہ سرکاری ملازمین اس اینٹی قادیانی موومنٹ میں شریک نہ ہوں، چنانچہ سرکاری ملازمین پر وہاں کانفرنس میں شرکت پر پابندی لگ گئی۔ چھٹیاں بند ہو گئیں، والد صاحب محکمہ انہار میں ملازم تھے، چنانچہ انہوں نے اس پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے استعفیٰ دیدیا اور قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد والد صاحب کشمیر چلے گئے اور وہاں فرصت کے لمحات میں مرزائیوں کے خلاف مختلف رسائل لکھے، یہ ایک ردّ عمل تھا جس کا اظہار اس صورت میں ہوا۔ اس وقت صرف مجلس احرار ہی تھی جو قادیانیوں کے خلاف کام کر رہی تھی، اور ان کی اسلام کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کر رہی تھی۔ اس پس منظر کی بنا پر میں مجلس احرار میں شامل ہوا لیکن فعال ہو کر قیام پاکستان کے بعد جماعت کیلئے کام کیا۔

میں نے بچپن میں چودھری افضل حق صاحب کی تقریر سنی۔ چودھری صاحب امرتسر میں ایک انتخابی جلسہ میں کٹڑہ مہاسنگھ تشریف لائے تھے۔ میرا بچپن تھا اتنا یاد ہے کہ چودھری صاحب کو جلوس کی شکل میں لایا گیا تھا ساتھ بینڈ بھی تھا جس نے انہیں سلامی دی۔ بس ایک مرتبہ ہی اُنکی زیارت کی ہے۔ شخصیت بڑی رعب دار تھی۔ گا ان کا خراب تھا آواز کو ذرا کھینچ کے نکالتے تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ان کو بہت تکلیفیں دی تھیں۔ کھانے میں سرمہ ملا کر کھلانے سے ان کا گلا خراب ہو گیا۔ ویسے بھی بہت سن رکھا تھا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ کے بہت بڑے باغی ہیں۔ اور مجھے ان کی زیارت کا شوق بھی تھا۔ بعد میں جب میں نے چودھری صاحب کی کتابیں پڑھیں تو میں چودھری صاحب سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ کسی شادی میں شرکت کروں تو وہاں تحفہ میں چودھری صاحب کی کتابیں ہی پیش کرتا ہوں۔ ان کی ہر کتاب آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

شیخ حسام الدین صاحب سے میری پہلی ملاقات یوں ہوئی کہ میں پاکستان بننے سے پہلے امرتسر سے لاہور آیا تھا۔ لاہور میں عیسائیوں کا ایک رسالہ نکلتا تھا "المعاہدہ" اس کا ایڈیٹر "موسیٰ خان" نامی آدمی تھا۔ بیڈن روڈ پر دفتر تھا اس کا، وہیں قاضی عبدالحق پادری آئے تھے، وہ کہنے لگے کہ میں مختلف سیاسی لیڈروں سے ملاقاتیں کر رہا ہوں کہ پاکستان کے قیام کی جو تحریک چلائی جا رہی ہے اس پر مسلمان رہنماؤں کے خیالات کیا ہیں۔ میں نے یوپی کے لیڈروں سے بھی ملاقاتیں کی ہیں۔ اب پنجاب کی لیڈر شپ سے ملاقاتیں کرنے کا خیال ہے۔ میں اس سلسلہ میں مجلس احرار اسلام کے لیڈروں سے پہلے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ تم ملاقات کراؤ۔ مجلس احرار سے اس وقت بھی میرا تعلق تو تھا، چنانچہ میں دفتر احرار آیا، اس وقت لاہور کے سیکرٹری مجلس احرار چودھری عبدالحمید آزاد تھے ان سے میں نے تمام مدعا بیان کیا اور کہا کہ یہ صاحب شاہ جی سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ مجھے آغا شورش کے پاس لے گئے جو اس وقت روزنامہ آزاد کے ایڈیٹر تھے۔ انہوں نے بتایا کہ فی الوقت تو نہیں البتہ شام کو شاہ جی، شیخ صاحب، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی یہ سب حضرات تشریف لا رہے ہیں۔ تو ملاقات ہو جائے گی، یہ ۴۷ء قیام پاکستان سے قبل کی بات ہے۔

شام چار بجے کا وقت طے ہوا۔ میں، موسیٰ خاں، اور قاضی عبدالحق دفتر احرار آئے، ملاقات ہوئی، میرا چونکہ تعارف نہیں تھا اس لئے وہ سمجھتے رہے کہ یہ بھی عیسائی ہے۔ بہر حال مختلف سوال و جواب ہوئے۔ ملاقات کر کے یہ لوگ چلے گئے۔ اسی شام ورکروں کی میٹنگ تھی، میں بھی اسی میٹنگ میں شریک ہوا۔ شیخ صاحب مجھے بلا کے کہنے لگے تو چار بجے مل کے گیا ہے؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ کہنے لگے تمہارا نام کیا ہے؟ تب میں اپنا تعارف کرایا۔ میں نے بتایا کہ میں مولوی حبیب اللہ صاحب کا لڑکا ہوں، شیخ صاحب ہنس کے کہنے لگے کہ میں تو اس وقت یہی سمجھتا رہا کہ تو بھی عیسائی ہے۔ شاہ جی ناراض ہوئے کہ تم نے اس وقت کیوں نہیں بتایا۔ یہ میری پہلی ملاقات ہے ان تمام حضرات سے۔

● قیام پاکستان کے بعد جب مہاجرین ہجرت کر کے پاکستان میں آ گئے تو اس وقت احرار رضاکاروں کا کیا کردار رہا؟

احرار رضاکاروں خصوصاً احرار سٹوڈنٹس یونین نے اس سلسلہ میں بہت نمایاں کام کیا۔ مہاجرین کی ہر ممکن خدمت کی، قیام پاکستان سے قبل امرتسر اور لاہور میں بہت زیادہ ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ تو ان دنوں احرار نے کئی جگہوں پر ریلیف کیمپ لگائے، احرار رضاکاروں کو پرمٹ ملے ہوئے تھے، کرفیو کے دوران وہ فسادزدہ علاقوں میں مسلمانوں کیلئے امدادی سامان لیکر جاتے تھے، لاوارث شہدا کی شناخت کر کے، ان کے لواحقین کو اطلاع دی جاتی، انہیں نہلا کر نماز جنازہ پڑھ کر دفنایا جاتا۔ یہاں لاہور میں ہم ایسے لاوارث شہداء کو میانی صاحب لا کر دفن کرتے تھے۔

❁ احرار کا شعبہ تبلیغ جو ۱۹۳۴ء میں قائم ہوا اس کے اغراض و مقاصد میں لکھا ہے کہ یہ غیر سیاسی شعبہ ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

اصل میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو احرار کے پروگرام سے متفق تھے، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر وہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ مثلاً سرکاری ملازمین، ان کے لئے احرار کے نام پر کام کرنے میں ایک طرح سے دقت تھی، چنانچہ ایسے لوگوں کیلئے علیحدہ ایک شعبہ بنایا گیا تا کہ وہ پوری دلجمعی سے کام کر سکیں۔ لہذا اس شعبہ کے قیام سے بڑی کامیابی ہوئی اور تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

❁ ۴۹ء میں دفاعِ پاکستان احرار کانفرنس لاہور منعقد ہوئی جو احرار کی نئی سیاسی پالیسی کے حوالے سے نہایت اہم تھی اس کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

اس وقت میں لاہور شہر کی جماعت کا جنرل سیکرٹری تھا۔ دفاع پاکستان کانفرنس کے بعد ایک بہت بڑا جلسہ یوم تشکر کے عنوان سے منعقد ہوا اور ان دنوں ہم نے مرزائیوں کر خلاف کھل کے کام کیا۔ حتیٰ کہ ۵۱ء میں کچھ ضمنی انتخابات تھے، مسلم لیگ نے ان انتخابات میں چھ مرزائیوں کو ٹکٹ دیدیئے۔ چنانچہ ہم نے ان کے خلاف زبردست تبلیغی مہم چلائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مرزائی امیدوار شکست کھا گئے۔ دراصل دفاع کانفرنس قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار کی عوامی قوت کا ایک زبردست مظاہرہ تھا اور جماعت کے رہنماؤں نے ایک نئی حکمت عملی کے ساتھ کام کرنے کا پروگرام دیا تھا۔ ۵۰ء کے الیکشن میں مرزائیوں کو شکست کے بعد لاہور میں احرار کی جانب سے

مجھے تین ماہ تک شاہی قلعہ میں قید رکھا گیا۔

غالباً ۵۱ء میں یوم تشکر منایا گیا اس کے بڑے بڑے اشتہار بھی شائع ہوئے تھے۔ ہم نے مختلف سیاسی اور دینی جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی تھی، اس میں بہت سے مسلم لیگی دوست بھی آئے تھے، بلکہ بہت سی جگہوں پر مسلم لیگ کے عہدیداروں کی صدارت میں ختم نبوت کانفرنسیں بھی منعقد ہوئیں۔ کراچی میں وہاں کی مسلم لیگ کے صدر ہاشم گزدر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔

لاہور کے دلی دروازے میں احرار کا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا تھا، جس میں حضرت شاہ جی نے مرزا قادیان کا قصیدہ ملکہ وکٹوریہ کے نام "ستارہ قیصرہ" لہرا کر دکھایا تھا، یہیں مولانا ظفر علی خاں، مولانا اختر علی خان اور ماسٹر تاج الدین انصاری بھی آئے۔ یہ اس وقت تحریک کا ابتدائی ماحول تھا، مولانا ابوالحسنات، مولانا خلیل احمد اور دیگر بریلوی

زعما بھی ہمارے ساتھ تھے، اور انہوں نے بھی کانفرنسوں کی صدارتیں کیں۔ جماعت اسلامی والے ہمارے ساتھ کام کرتے رہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ شاہ جی رحمہ اللہ نے ۴۹ء میں مجلس احرار کو ختم کر کے مجلس تحفظِ ختم نبوت قائم کر دی تھی تو پھر ۴۹ء سے ۵۳ء تک کس نام سے کام ہوتا رہا؟

یہ بالکل غلط اور صریحاً کذب بیانی ہے شاہ جی نے احرار کو ختم نہیں کیا تھا، یہ ایک بڑا مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اصل میں ایک اجلاس ملتان میں شاہ جی کے گھر منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں میں خود شامل تھا، شاہ جی نے فرمایا تھا کہ بھئی بات یہ ہے کہ جن دوستوں کو سیاست کا شوق تھا وہ سیاست میں چلے گئے ہیں۔ ہم فی الحال مجلس احرار کی سرگرمیوں کو تبلیغی مقاصد تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ وقتی حالات اس کا تقاضہ کرتے ہیں اور شاہ جی کی یہ پالیسی ان کی فراست کی آئینہ دار تھی مجلس کو ختم نہیں کیا تھا۔ (شیخ حسام الدین صاحب، باقاعدہ مسلم لیگ سے تعاون کرتے رہے۔ ۵۶ء میں جب جماعت پر پابندی تھی تو عوامی لیگ میں سہروردی کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جانباز مرزا مسلم لیگ میں چلے گئے۔ ماسٹر جی بھی انہی میں شامل تھے۔) جو رضا کار اور کارکن باقاعدہ جماعت میں شامل تھے وہ تو احرار کے نام سے الگ ہونے کو تیار نہیں تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے اس نام پر بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔ وہ تو احرار کے نام پر ہی کام کرتے رہے۔ دراصل شاہ جی نے جماعت ختم نہیں کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ جو لوگ سیاست میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور الیکشن لڑنا چاہتے ہیں وہ اپنا کوئی اور مقام منتخب کر لیں، کسی اور جماعت میں شامل ہو جائیں، مجلس احرار بحیثیت جماعت الیکشن میں حصہ نہیں لے گی۔ شاہ جی نے صرف کام کا رخ تبدیل کیا تھا، کہ اب احرار تبلیغی محاذ پر کام کرے گی اور سیاسیات سے علیحدہ رہے گی۔ اس پر کچھ دوست مسلم لیگ اور دیگر جماعتوں میں چلے گئے۔ مگر ان میں سے بہت سے جلد ہی واپس آ گئے۔

مولانا محمد علی جالندھری تو پاکستان بننے کے بعد کافی عرصہ تک مجلس احرار کے پلیٹ فارم پر کام کرتے رہے وہ مجلس احرار اسلام کے صوبائی صدر رہے۔ اسی نام سے انہوں نے کام کیا، لیکن زیادہ تر وہ مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کا کام کرتے رہے۔ اور ان کی شروع سے خواہش رہی کہ میں اسے جماعت سے علیحدہ کر کے الگ جماعت بنا لوں۔ اور بالآخر وہ اپنی اس خواہش میں کامیاب ہو گئے اور ۱۹۵۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت بنا کر مجلس احرار سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اگرچہ شاہ جی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر رہے اس کی وجہ یہی تھی کہ تمام لوگ احرار ہی کے تربیت یافتہ تھے۔

۵۳ء کی تحریک تحفظِ ختم نبوت میں احرار کے ہی پلیٹ فارم سے سارا کام ہوا۔ مجلس احرار نے تمام پارٹیوں کو اکٹھا کیا اور مجلس احرار نے ہی تحریک چلائی۔ تحریک کے سلسلے میں ہم نے مختلف دینی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ سب سے پہلی ملاقات ہم نے (بریلوی مکتبہ فکر کے) مولانا ابوالحسنات سے کی۔ اس ملاقات میں میرے ساتھ حاجی جہانگیر صاحب جو لاہور جماعت کے صدر تھے، ایک ساتھی محمد اشرف صاحب تھے۔ اور بھی چند ساتھی شریک تھے۔ یہ ۵۲ء کی بات ہے تحریک میں شمولیت کے حوالے سے ہم نے مولانا ابوالحسنات مرحوم سے بات کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے دوستوں کی میٹنگ بلا کر اس میں کوئی فیصلہ کریں گے۔

بنانچہ انہوں نے اپنے دوستوں کی میٹنگ بلائی۔ جس میں قریباً سبھی علماء تھے۔ علماء میں انہوں نے یہ بات ان کے سامنے رکھی۔ مولانا غلام محمد ترنم مرحوم نے تحریک کی زبردست تائید کی اور شمولیت پر اصرار کیا۔ ان سب کا تعلق جمعیت علماء پاکستان سے تھا۔

انہوں نے کہا کہ ہم بالکل تیار ہیں، اور تمہارے ساتھ ہیں۔ تم کام شروع کرو۔ اسی طرح دیگر جماعتوں کے رہنماؤں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں میں ماسٹر تاج الدین انصاری اور دیگر احرار رہنما ہماری سرپرستی کرتے ہوئے ساتھ شامل رہے۔ تمام جماعتوں کی تائید کے بعد ہم نے احرار کی طرف سے باقاعدہ دعوت نامے چھاپے، جو سیاسی اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں، مشائخ کرام، اور پیران عظام سب کو جاری کئے گئے۔ سب نے ہماری بڑی حوصلہ افزائی کی اور تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ تب مولانا غلام غوث ہزاروی مجلس احرار اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری تھے۔ اس دعوت نامے پر اُن کے اور مولانا محمد علی جالندھری کے دستخط تھے۔

اِن ملاقاتوں کے نتیجہ میں تحریک کے لئے سازگار فضا قائم ہوئی اور احرار کی دعوت پر سب جماعتیں اکٹھی ہو گئیں۔

حضرت امیر شریعت پر مجلس احرار ختم کرنے کا الزام صریحاً کذب بیانی ہے۔

گورنمنٹ سمجھتی تھی کہ اس ساری تحریک کی کرتا دھرتا مجلس احرار ہے اسی لئے اس نے مجلس احرار پر پابندی لگا دی۔ چونکہ مجلس احرار نے تقسیم ہند کی مخالفت کی تھی اور یہ اس کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا اور پاکستان میں احرار کا بہت بڑا حلقہ موجود تھا۔ حکومت نے اس خدشے کے پیش نظر کہ کل کلاں مجلس احرار سیاسی میدان میں ہمارے سامنے نہ آکھڑی ہو اس لئے تحریک کا بہانہ بنا کر اس پر پابندی لگا دی۔ حالانکہ مجلس احرار کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ تحریک ختم نبوت کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کرے۔ اس کا مقصد بڑا واضح اور مطالبات بالکل جائز تھے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اور سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔ پاکستان میں مرزائی جو تبلیغ کر رہے ہیں اور اسی طرح بیرون ملک پاکستان کا فنڈ استعمال کر کے مرزائیت کی تبلیغ کرتے ہیں اس کی روک تھام کی جائے۔ ۵۰ء میں ہم نے مرزائی امیدواروں کی بھرپور مخالفت کی جہاں جہاں انہیں مسلم لیگ کی طرف سے ٹکٹ ملا۔ اور اس سے بڑھ کر ہم نے یہ کیا کہ ان مرزائی امیدواروں کے مقابلہ میں مسلم لیگ کے آزاد امیدوار کھڑے کر کے انہیں کامیابی دلائی۔ سیاست ہمارے لئے شجر ممنوعہ نہیں تھی ہم اپنی جماعت کے امیدوار کھڑے کر سکتے تھے مگر ہمارا یہ مقصد نہیں تھا۔ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ مرزائی نہ جیت سکیں اور کوئی مسلمان جس کا ختم نبوت پر ایمان ہے ان مرزائیوں کو ووٹ دے کر ایمان ضائع نہ کرے۔ مرزائیت مسلمانوں کی نمائندہ بن کر اسمبلی میں نہ جائے۔ مرزائی اسمبلی کے ذریعے مسلمانوں کے نمائندہ بن کر بیرون ممالک اپنا اجتماع منعقد کرنا چاہتے تھے۔ الحمد اللہ ہم نے زبردست مزاحمت کی اور مرزائیوں کو ناکامی ہوئی۔ نتیجتہً مرزائی مسلم لیگ سے خود بخود علیحدہ ہو گئے۔

تحریک ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی یاداشتیں؟

لاہور میں ہم نے تحریک شروع کرنے کیلئے دفتر احرار دہلی دروازہ کے باہر کیمپ لگایا، تا کہ رضاکاروں کی بھرتی ہوسکے۔ اسی کیمپ کے ذریعے ہم نے مسئلہ ختم نبوت کو عام کیا۔ لوگوں کو بتایا کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ تحریک

قادیانیت کے خلاف مجلس احرار اسلام کی جدوجہد تاریخی کارنامہ ہے۔

چلانے کے سلسلے میں انتظامات وغیرہ سب یہیں طے پاتے۔

گورنمنٹ کے تشدد کی وجہ سے لوگوں نے گاڑیوں، بسوں میں سفر ترک کر دیا، بڑی سخت چیکنگ ہوتی تھی، تشدد بے بہا کیا گیا، بے پناہ گولی چلی، لاہور میں کرفیو لگا دیا گیا۔ پولیس ہمارے کیمپ اکھاڑ کر لے گئی۔ ہم نے اپنا بچا کھچا سامان اٹھایا اور مسجد وزیر خاں لے گئے اس وقت ہم تین آدمی تھے ایک میں تھا، دوسرے ماسٹر سعید صاحب تھے، تیسرے ایک شیخ لال دین صاحب ہوا کرتے تھے ٹائر ٹیوب کا کاروبار کرتے تھے، ہم تین آدمیوں نے مسجد وزیر خاں میں کیمپ لگایا اور بیرون شہروں میں اطلاعات بھجوادیں کہ اگر کسی نے ملنا ہو تو مسجد وزیر خاں آئے۔

مجھے یاد ہے کہ رات گیارہ بجے ہمارے رضاکاروں کا پہلا دستہ اوکاڑہ سے آیا تھا۔ پھر دیہاتوں اور دیگر شہروں سے بھی دستے آنے لگے، بارہ بجے تک ہمارے کیمپ میں دو سو رضاکار آچکے تھے، ان رضاکاروں کو پولیس نے راستے میں ہی اتار لیا تھا اور دور دراز مقامات پر چھوڑ آئی تھی، پھر کوئی پیدل آیا تو کسی کو سواری ملی کسی کو نہ ملی، میں نے شیخ لال دین سے کہا کہ ان کیلئے کھانے کا انتظام کرو، وہ گیا اپنے علاقے میں اور اپنے جاننے والے دکانداروں کو جگا کر نان اور پکوڑے وغیرہ تیار کرائے۔ ڈیڑھ بجے جب وہ واپس آیا تو ۳۰۰ آدمی اور آچکے تھے بہر حال ہم نے رات کو جو مل سکا اسی پر مل بیٹھ کر گزارہ کیا۔ صبح ہوئی تو مسجد وزیر خاں کے محلہ والوں نے ہمارے لئے چائے اور ناشتے کا انتظام کیا۔

دن کو ہم نے پانچ پانچ آدمیوں کے گروپ تشکیل دیئے انہیں کہا کہ شہر جاؤ، کرفیو کی خلاف ورزی کرو۔ اور اپنی گرفتاریاں پیش کرو۔

یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ بیرون لاہور سے اور بھی رضاکار دستے آنے شروع ہو گئے۔ لاہور انتظامیہ نے شہر کی ناکہ بندی کر دی۔ لاٹھی چارج، آنسو گیس شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی اطلاعات ملنے لگیں کہ مختلف جگہوں پر گولیاں چلنی شروع ہو گئی ہیں ہر طرف سے رضاکار مسجد وزیر خاں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اس دوران مولانا عبدالستار نیازی بھی آ گئے۔ مسجد وزیر خاں کے خطیب مولانا خلیل احمد صاحب بھی آ گئے۔ مولانا عبدالستار نیازی نے اپنی تقریروں کے ذریعے لوگوں میں بڑا جذبہ اور ولولہ پیدا کیا۔ وہ اس وقت مسلم لیگ کے بڑے سرگرم رکن اور صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے۔ احرار کے ترجمان روزنامہ آزاد کے ایڈیٹر مولانا مجاہد الحسینی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے ان سب نے مل کر تحریک کو بڑی تقویت پہنچائی۔ اس دوران دوستوں کا مشورہ ہوا کہ کراچی میں تحریک کا کام کچھ کمزور ہے کچھ سرکردہ رضاکاروں کو وہاں جانا چاہیئے۔ ہم نے پروگرام یہ بنایا کہ لاہور سے نکل کر ہر شہر سے ہو

کر گزریں گے اور وہاں کے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ اپنے اپنے شہر میں تحریک شروع کریں اور ہو سکے تو کراچی پہنچیں۔ ہم نے جب یہ پروگرام بنایا تو پتہ چلا کہ فوج آگئی ہے اور مارشل لاء لگ گیا ہے۔ جنرل اعظم خان کو ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا ہے۔ میں اور مجاہد الحسینی صاحب لاہور سے باہر دریائے راوی کے پل پر پہنچے تو ہمیں بس ملی یہاں سے ہم لائل پور گئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بہت سے احرار ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں۔ جو ملے انہیں ہم نے تیار کیا کہ کوشش کر کے رضاکاروں کا دستہ کراچی بھیجیں۔ فیصل آباد سے ہم چنیوٹ، جھنگ، ملتان، شجاع آباد

ایک مولوی صاحب کی مخبری پر مجھے اور میرے ساتھیوں کو تحریکِ ختم نبوت میں گرفتار کر لیا گیا۔

سے ہوتے ہوئے کراچی جو پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں بھی تمام ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں اور داخل زنداں ہیں۔ بہر حال فیصل آباد اور گوجرانوالہ کے کافی ساتھی کراچی پہنچ گئے۔ ہم نے مل بیٹھ کر پروگرام طے کیا۔ احرار کا دفتر وہاں تھا مگر پولیس اور فوج کے مسلسل چھاپوں کی وجہ سے ہم ایک ہوٹل میں ٹھہرے۔ ہم میں سے کچھ ساتھی بیرون شہروں اور پنجاب میں آتے اور رضاکاروں کو لیکر یہاں پہنچتے۔ پروگرام کے مطابق دس دس آدمیوں کا گروپ بن کر گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے مظاہرہ کرتا، اور گرفتار ہو جاتا۔

ایک روز ہم مولانا احتشام الحق تھانوی کے پاس پہنچے کہ تمام رہنما گرفتار ہیں آپ کوئی پروگرام بنائیں اور تحریک کو سنبھالیں۔ پروگرام بننے کی بجائے ہمارے تمام ساتھی "مولانا کے ہاں گرفتار ہو گئے!" ہم چند ایک ساتھی بچ گئے۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے تحریک چل پڑی کارکنوں نے حوصلہ نہ ہارا تحریک کی قیادت خود سنبھال لی۔

۲۱ اپریل کو یوم اقبال کا جلسہ تھا۔ میں بھی وہاں گیا، ایک اشتہار "علامہ اقبال کا پیغام" کے نام سے چھپوایا تھا۔ جسے دوست تقسیم کر رہے تھے ایک مولوی صاحب نے جو بعد میں معلوم ہوا کہ پولیس کے مخبر تھے انہوں نے پولیس کو اطلاع کر کے ہمیں گرفتار کرا دیا میں بھی گرفتار ہو گیا۔ مجھے پہلے تو سی آئی اے لے گئے بعد میں لاہور بھجوا دیا۔ یہاں مجھے شاہی قلعہ میں رکھا گیا۔ جہاں تین ماہ رہا۔ اس دوران تفتیش کے ساتھ ساتھ تشدد بھی ہوتا رہا۔ اس کے بعد سنٹرل جیل بھیج دیا۔

کراچی میں مہاجر آباد بستی کے ایک امام مسجد تھے، وہ ہمیں کہنے لگے تم نوجوان ہو، ایک نیک کام کیلئے گھروں سے نکلے ہو۔ میرا خیال ہے کہ ظفر اللہ قادیانی اور دیگر مرزائی نواز لیڈروں کو قتل کرنا چاہیئے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجلس احرار کا یہ پروگرام نہیں ہے۔ وہ پرامن طریقے سے جدوجہد کرنا چاہتی ہے۔ لیکن وہ ہمیں مجبور کرتے رہے اور کہا کہ میرے پاس اسلحہ بہت ہے۔ میرے ساتھ ایک مولوی رشید صاحب بھی تھے، ایک دن ان امام صاحب نے پستول لا کے مولوی رشید صاحب کے بیگ میں رکھ دیا۔ اور دوسری طرف پولیس کو اطلاع دیدی کہ یہ اس طرح قتل کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ خیر پولیس آگئی لیکن قدرتی وہ بیگ ان کے ہاتھ نہ لگا۔ البتہ پولیس نے گرفتار کر لیا اور، لاہور بھیج دیا۔

انہی دنوں کراچی میں ظفر اللہ خاں کا جلسہ بھی الٹا گیا تھا ظفر اللہ نے بڑا چیلنج دیا، جلسہ کے موقعہ پر وہ کوٹ پتلون اور ہیٹ پہن کر آیا، تقریر سے پہلے اس نے احمدیہ جماعت زندہ باد کا نعرہ لگوایا، احرار رضا کار پہلے ہی تیار تھے۔

نواب ممدوٹ نے روتے ہوئے ہم سے کہا کہ گورنر فرانسس موڈی نے مرزائیوں کو ربوہ میں جگہ الاٹ کی ہے۔

انہوں نے سوچا کہ آج اگر جلسہ ہوتا ہے تو پھر کل کلاں بہت کچھ ہوگا۔ چنانچہ احرار کارکنوں نے آناً فاناً جلسہ الٹ دیا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد مسلم لیگ کی مخالف جماعتیں سیاسی طور پر شکست کھا گئیں، وہ مفلوج ہو کر رہ گئیں، مسلم لیگ اس وقت قوت حاکمہ تھی، مرزائی لوگوں کا طریقہ واردات یہ تھا کہ جہاں کوئی عرس یا میلہ وغیرہ ہوتا تو جہاں اور سٹال لگتے وہیں یہ اپنی کتابوں کا سٹال لگا لیتے۔ اسی طرح انہوں نے سرکاری کاموں میں مختلف حیلوں بہانوں سے جلسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جب مجلس احرار نے پروگرام بنایا کہ مرزائیوں کا محاسبہ کیا جائے کہ یہ حد سے گزر رہے ہیں تو سب سے پہلا ٹکراؤ ہمارا وائی ایم سی ہال لاہور میں ہوا، ہم سب احرار ورکروں نے میٹنگ کی، سالار معراج دین مرحوم نے صدارت کی، میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ وائی ایم سی ہال میں مرزائیوں کے جلسے بند کئے جائیں۔ میں نے وائی ایم سی ہال کے سیکرٹری کو فون کیا کہ سنا ہے وائی ایم سی ہال میں مرزائی دو تین سال سے جلسے کر رہے ہیں؟ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئیے، جلسہ ہوا تو ہم آگ لگا دیں گے پھر نہ کہنا کہ ہماری املاک تباہ ہو گئیں۔ جلسہ کے موقعہ پر احرار ورکر بھی پہنچ گئے۔ نعرے وغیرہ لگائے۔ جلسہ الٹ کے رکھ دیا۔ مرزائی وہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد پھر کبھی وہاں مرزائیوں کا جلسہ نہیں ہوا۔ اسی طرح پٹیالہ گراؤنڈ میں کوئی نمائش لگی ہوئی تھی، وہاں بھی مرزائیوں نے سٹال لگا لیا۔ ہم نے نمائش کے منتظمین سے کہا کہ اس سٹال کو ختم کیا جائے۔ اس پر منتظمین نے کہا کہ اب تو سٹال لگ گیا ہے آئندہ ایسا نہیں ہوگا، اس پر احرار ساتھیوں نے از خود کارروائی کر کے سٹال ختم کر دیا۔ پشاور یونیورسٹی میں مرزائیوں کا ایک جلسہ ہوا، وہاں بھی احرار ورکروں نے اسی انداز سے کارروائی کر کے جلسہ الٹ دیا۔ مرزائی سمجھتے تھے کہ مسلم لیگ ہمارے ساتھ ہے ہمیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ان کا یہ خیال خام ثابت ہوا۔ دو چار واقعات کے بعد ہی ان کو پھر ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس طرح کھلے عام کوئی پروگرام کریں لیکن اسی طرح جب مرزائیوں کو دریائے چناب کے ساتھ کوڑیوں کے بھاؤ زمین ملی جہاں آج ربوہ آباد ہے۔ تو ہم ایک وفد کی شکل میں نواب ممدوٹ سے ملے جو اس وقت پاکستان کے پہلے وزیر اعظم تھے، وفد میں، میں، بشیر احمد چوہان صاحب اکاؤنٹنٹ روزنامہ آزاد، حاجی سرور صاحب صدر مجلس احرار نیو تھڑ ونگ، منظور احمد بھٹی مرحوم ایڈووکیٹ سابق ایڈیٹر روزنامہ آزاد شامل تھے، یہ یوم تشکر کے موقعہ کی بات ہے۔ ہم نے انہیں کہا کہ یہ آپ نے مرزائیوں کو اتنی کھلی چھٹی کیوں دے رکھی ہے؟ آپ مہاجرین کو تو ضلع وار بسا نہیں سکے مرزائیوں کو معمولی داموں ضلع جھنگ میں جگہ دیدی ہے۔ نواب ممدوٹ رو کر کہنے لگے کہ میں بھی مسلمان ہوں اور ختم نبوت پر یقین رکھتا ہوں، یہ سب میرے پوچھے بغیر، میری اجازت اور مرضی کے بغیر ہوا ہے۔ اور یہ سب گورنر فرانسس موڈی نے کرایا ہے۔ ظفر اللہ خاں اس وقت وزیر خارجہ تھا۔ اس نے اپنا سیاسی اثر رسوخ استعمال کیا۔ کچھ عرصہ بعد ہم نوائے وقت کے ایڈیٹر

حمید نظامی نے لکھا کہ ربوہ میں ایک نیا اسرائیل تشکیل دیا جا رہا ہے۔

حمید نظامی سے بھی ملے اور ان سے کہا کہ حکومت نے ایک قوم کو جو مسلمانوں کا حصہ نہیں، انہیں علیحدہ بسا دیا ہے، اور مہاجرین کو ابھی تک وہ ضلع وار نہیں بسا سکی، چنانچہ حمید نظامی وہاں گئے، دورہ کیا اور واپس آ کر انہوں نے نوائے وقت میں ایک دو مضمون بھی لکھے اس میں حمید نظامی نے لکھا کہ ایک نیا اسرائیل تشکیل دیا جا رہا ہے۔

❁ شاہی قلعہ میں آپ کے ساتھ اور کون کون تھے؟

وہاں ہمیں علیحدہ علیحدہ رکھا گیا تھا۔ پہلی رات جب گیا ہوں تو میرے ساتھ والے کمرے میں مولانا کوثر نیازی اور مولانا خلیل محمد جماعت اسلامی کے، مولانا عبدالرحمن آزاد گوجرانوالہ کے، لاہور میں مجلس احرار کے سالار تھے میر محمد حسین وہ بھی تھے، علامہ سلطان محمد، ماسٹر سعید صاحب اور مجلس احرار کے مرکزی رہنما شیخ حسام الدین صاحب سے بھی یہیں ملاقات ہوئی۔ جس دن میں قلعہ میں پہنچا ہوں تو مودودی صاحب، اور نصر اللہ خاں عزیز بھی موجود تھے، لیکن اس دن ان کو یہاں سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ سبھی آہستہ آہستہ یہاں سے نکلتے گئے۔ لیکن مجھے تین ماہ تک قلعہ میں رکھا گیا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کے تحریک سے قبل ہی وارنٹ جاری ہو گئے تھے۔ تحریک سے قبل میں نے اور مولانا عبید اللہ انور نے پروگرام بنایا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی کو شہر سے باہر لے جائیں، لاہور سے باہر مولانا عبید اللہ صاحب کی کچھ زمینیں تھیں اور جاننے والے بھی تھے۔ مولانا غلام غوث کو ہم نے یہاں رکھا، تحریک کے دوران ملاقاتیں بھی کرتے رہے اور ان سے ہدایات بھی لیتے رہے۔

دوران تفتیش مجھ سے مولانا غلام غوث کے متعلق زیادہ سوالات ہوتے کہ وہ کہاں ہیں۔ کہاں کہاں جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ مولانا کے ساتھ میں زیادہ رہتا تھا۔ ویسے بھی اکثر مولانا ہمارے گھر ٹھہرا کرتے تھے۔ بہر حال اللہ کا فضل شامل حال رہا اور کسی قسم کی بات بتانے سے میں ٹال جاتا۔

شاہی قلعہ سے مجھے نکال کر سنٹرل جیل پہنچایا گیا۔ یہاں مجھے بم احاطہ میں رکھا گیا۔ غالباً یہ بھگت سنگھ کے حوالے سے مشہور تھا، جو تحریک آزادی کا بڑا پرجوش کارکن تھا۔ یہاں بہت سارے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ یہیں ایک بارک میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، شیخ حسام الدین اور دیگر بڑے بڑے حضرات یہیں تھے۔

❁ تحریکِ ختم نبوت میں بعض علماء کا کردار مشکوک سمجھا جاتا ہے؟

جی، ہاں اس معاملے میں بہت سے نام آتے ہیں۔ کئی ایک نے گورنمنٹ کو تحریر لکھ کر دیدی کہ ہمارا اس تحریک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ ان ناموں کو آف دی ریکارڈ ہی رہنے دیں۔ اس وقت ہر کسی کو اپنی پڑی ہوتی تھی، کسی کا بھائی شہید ہو چکا تھا تو کسی کا باپ، کئی ایک پولیس تشدد کی وجہ سے اپاہج ہو گئے۔ کمزور طبیعت والے علماء تشدد سے گھبرا گئے لیکن ڈٹ جانے والے ڈٹ گئے۔ اگر معافی نامے داخل کرنے والوں کے نام منظر عام

پر لائے جائیں تو ایک طوفان کھڑا ہو جائے۔ اکثر وفات پا چکے ہیں بس اُن کی مغفرت کی دعا کیجیے۔

✱ یہ جو روایت ہے کہ لاہور میں شہید ہونے والوں کی لاشوں کو چھانگا مانگا کے جنگلات میں جلایا گیا اس کے متعلق آپ کی کیا معلومات ہیں؟

دیکھیں جی یہ تو ہر دور میں ہوتا ہے جب حکومت کسی کو کچلتی ہے تو ایسے ہتھکنڈے بھی استعمال کرتی ہے۔ پولیس کی روایت رہی ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر لاشوں کو غائب کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ کسی تحریک میں اتنا تشدد نہیں ہوا جتنا اس تحریک میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ہوا۔ بہت زیادہ گولی چلی تھی۔

ہمارے ایک مولوی ابراہیم ڈنڈے والے مشہور آدمی ہیں۔ اسی طرح برکت صاحب قتلے والے ان کا بھائی شہید ہو گیا تھا۔ ایک شیخ لال دین صاحب تھے۔ بوڑھے آدمی تھے۔ ان لوگوں نے اس تحریک میں ورکر کی حیثیت میں بڑا تاریخی کردار ادا کیا جلوسوں کو روکنے کیلئے حکومت نے سڑکوں پر ریڈ لائنیں لگا دیں۔ لیکن لوگوں نے ریڈ لائنیں کراس کیں اور کہا کہ ہمیں گولی مارو۔ ہمارے سینے چھلنی کرو۔ اس پر ملٹری نے بھی گولی چلا دی اس نے کوئی لحاظ نہیں کیا۔

✱ کہتے ہیں کہ ملٹری میں مرزائی بھی تھے جو گولیاں چلا رہے تھے؟

مرزائی بھی تھے، اور بہت سوں کو تو معلوم ہی نہیں تھا کہ مسئلہ کیا ہے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ یہ حکومت کے باغی ہیں۔ لیکن جب انہیں اصل حقیقت معلوم ہوئی کہ یہ تو ختم نبوت کی تحریک چلا رہے ہیں تو بہت شرمندہ ہوئے کہ ہمیں غلط استعمال کیا گیا۔ بہت سی جگہوں سے ہمیں یہ بھی اطلاعات ملیں کہ فوج اور پولیس نے گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ڈنڈے مار دیتے ہیں، آنسو گیس چلا دیتے ہیں۔ گرم پانی پھینک دیتے ہیں۔ لیکن گولی نہیں چلائیں گے۔

✱ موجودہ حالات میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

اب ہم کام کرنے کی عمر میں نہیں یہ جوانی کی باتیں اور جذبے ہوتے ہیں کہ آدمی ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ سیاست دانوں کے رویوں کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ ان کا کردار ملک کے لئے نقصان کا باعث بن رہا ہے۔ میں اب بھی احرار ورکر ہوں..... اور نئے دوستوں کے لئے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلائے۔ (آمین)

فرمودہ فاروق اعظمؓ

جب حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب آتا ہے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو۔

محمد عابد نفیسی

مقالہ

جمہوریت ایک ناکام ترین نظام ہے۔

چندماہ پیشتر تحریکِ طلباء اسلام نے درج بالاعنوان پر ایک تحریری مقابلے کا اہتمام کیا تھا۔ذیل کا مضمون اس مقابلہ میں اوّل قرار دیا گیا۔جسے افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے(ادارہ)

ہم اس وقت خود غرضی اور اقتدار پرستی کے دور سے گذر رہے ہیں جو زیادہ تر جمہوری نظام حکومت میں نشوونما اور منازلِ ارتقا طے کرتا ہے۔ اس وقت دنیا میں تین قسم کے نظام ہائے حکومت پائے جاتے ہیں۔

(۱) اسلامی حکومت (۲) جموری حکومت (۳) اشتراکی حکومت

اسلامی نظام میں اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ جل شانہ کو حاصل ہے۔ کسی فرد یا جماعت کو حاصل نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اللہ ہی کا قبضہ ہے اور نہ اس کے احکامات میں کسی کو ردّو بدل کا اختیار ہے۔ قرآن کریم میں ہے

ولم یکن لہ شریک فی الملک

لا یشرک فی حکمہ احداً

یعنی سلطنت میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے حکم میں (بھی) کوئی شریک نہیں۔

نظام اسلام ایک ایسا نظام حیات ہے۔ جو زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کو محیط ہے۔ اور اسی سے عوام کو خدمت وہدایت۔ محبت واخوت، حریت ومساوات، امانت ودیانت اور اطاعت وعدالت کا سبق ملتا ہے۔ اسی میں ہر ایک کے حقوق وفرائض مقرر ہیں۔ جن میں کسی کو ردّو بدل یا کمی بیشی کا اختیار نہیں۔ یہی قرآن قانونِ امنِ عالم کا ذمہ دار اور ضامن ہے۔ جو عوام وخواص کو ایک مرکز پر جمع رکھتا ہے کسی قسم کا فتنہ و فساد یا انتشار وافتراق پیدا نہیں ہونے دیتا۔

یونانیوں نے دنیا کے سامنے جمہوریت کا جو تصور پیش کیا تھا بہ ظاہر اس کا مقصد ایک ایسی مثالی حکومت قائم کرنا تھا جس میں:

(۱) انصاف کا بول بالا ہو۔ وقفوں وقفوں کے انتخابات ہوں۔

(۲) قوم کے ذی شعور طبقہ کو اپنے نمائندے منتخب کرنے کا اختیار ہو۔

(۳) انتخابات آزادانہ صحیح اور جائز طریقوں پر کرانے کی ضمانت موجود ہو۔

(۴) کسی بے ایمانی، بد دیانتی- یادھاندلی کی بنا پر یا جعلسازی سے انتخابات کے غلط نتائج مرتب نہ ہوں-
(۵) ملک کی فضا ناجائز گرفتاریوں، سزایابیوں اور دھمکیوں سے مکدر نہ ہو-
(۶) حزبِ اقتدار کا وجود تسلیم ہو اور اسکا احترام ہو-
(۷) اخبارات اور عدلیہ آزاد ہو اور نوکر شاہی بے لگام نہ ہو-
(۸) تمام افراد معاشرہ کی اقتصادی فلاح و بہبود مقصود ہو-

مگر (ماضی و حال) میں دنیا میں ایسی جمہوریت کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا- بلکہ جہاں جمہوریت ہے وہاں مطلق العنانی اور فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے-

عوامی حکومت:

ہم اس وقت جس دور سے گذر رہے ہیں وہ عوامی جمہوریت کا دور ہے- جسے دیگر تمام نظام ہائے حکومت پر فوقیت دی جاتی ہے- یہ نظامِ حکومت، دانایانِ فرنگ نے خدائی نظامِ حکومت کے مقابلہ میں رائج کیا- اس کا مقصد وحید خدائی احکامات سے ہٹ کر عوام کی مرضی و منشاء خواہش و آرزو کے مطابق ملک کا نظم و نسق چلانا ہے- بالفاظ دیگر خدائی احکامات و ممنوعات کی علانیہ مخالفت کرنا ہے- خدائی قانون کے مقابلہ میں جمہوری آئین نافذ کرنا ہے جو انسانوں کا بنایا ہوا ہے- جس میں حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے- اور اُس کے ذریعے خدا کے بجائے عوام کی حکمرانی چلتی ہے- یعنی ایک بے خدا معاشرہ وجود میں آتا ہے-

جمہوری آئین ہمیشہ عوام کے منتخب نمائندے بناتے ہیں جو زیادہ تر ان پڑھ اور جاہل ہوتے ہیں- ملک کے دانشور، قانون دان اور صنعت کار طبقہ کو اس میں کوئی مؤثر نمائندگی حاصل نہیں ہوتی اور جن کو اس میں عمل دخل حاصل ہوتا ہے- وہ بالعموم عوام کی خواہشات اور اپنے مفادات کے مطابق آئین سازی کرتے ہیں-

عوامی جمہوریت چونکہ عوامی اکثریت کی بناء پر معرضِ وجود میں آتی ہے- اس لئے وہ فتنہ و فساد کا موجب بنتی رہتی ہے- کیونکہ عوام یا ان کے نمائندوں کی رائے صحیح نہیں ہوتی قرآن کریم نے عوام کو "کالانعام بل ھم اضل" قرار دیا ہے کہ مثل چوپایوں کے ہیں- بلکہ ان سے بھی بد تر
دوسری جگہ ان کے متعلق یوں ارشاد ربانی ہے-

دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو ان کا کہنا مانے گا تو وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے کیونکہ وہ سب اپنے خیال پر چلتے ہیں اور بالکل قیاس دوڑاتے ہیں- (الانعام ۱۴/۸)

اس آیت کریمہ کی رو سے رائے عامہ کبھی صحیح ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ عوام کی اکثریت ناخواندہ ہوتی ہے- اور وہ دانش و بصیرت رکھنے والوں کی بجائے، انگوٹھا لگانے والوں کو ہی اپنا نمائندہ منتخب کر کے قانون ساز اسمبلی یا اداروں میں بھیجتی ہے اور اربابِ اقتدار بھی ایسے ہی نمائندوں کو پسند کرتے ہیں جو ان کی

دردسری کا باعث نہ بنیں۔ اور آنکھیں بند کر کے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے چلے جائیں۔ یا خاموشی سے اُن کے اشارہ چشم و ابرو پر چلتے اور اس کا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ اسی لئے عظیم سازشی منصوبہ میں یہودیوں کے راہنماؤں نے اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھایا ہے کہ:

عوام الناس اندھے۔ بے شعور۔ کم عقل اور بے سمجھ ہوتے ہیں جو ہر ایک کی مرضی پر ناچ سکتے ہیں۔ دراصل وہ کسی بھی طاقت کے غلام اور اس کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ (۵،۳۱)

حکومت اسے من مانے طریقوں اور مختلف ناموں سے نچاتی رہتی ہے۔ اور خود مفاد اٹھاتی رہتی ہے۔ برطانوی وزیراعظم مسٹر چرچل سے کسی نے پوچھا کہ آپ آئے دن اپنی حکومت کا لیبل کیوں بدلتے رہتے ہیں؟ کبھی یہ امپیریل گورنمنٹ بن جاتی ہے۔ کبھی کامن ویلتھ اور کبھی یونائیٹڈ کنگڈم، مسٹر چرچل ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہم ایک تاجر قوم ہیں جو لیبل لگا لیتے ہیں۔ یہی حال دور جدید کے آمروں کا ہے وہ اپنی شخصی حکومتوں پر عوامی جمہوریت کا غلاف چڑھا لیتے ہیں اور اس کی آڑ میں جبر و تشدد کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ اور دل کھول کر من مانی کرتے ہیں جس پر مارشل سٹالن اور ذوالفقار علی بھٹو اور اب بھٹو کی بیٹی بے نظیر بھٹو کی حکومت شاہد عدل ہے۔ جمہوری نظام سراسر ظلم ہے۔ بدامنی، رشوت، ڈکیتی، قتل و غارت، مہنگائی، بے حیائی اور بدمعاشی کے فروغ کا ذریعہ ہے۔

عیسائی دنیا نے اقتدار کے تحفظ کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کا فارمولا پیش کیا تھا مگر یہودیوں نے لڑانے کا یہ طریقہ اپنے عالمگیر منصوبہ میں تحریر کیا کہ:

"لوگوں کو کچھ دنوں کے لئے سلیف گورنمنٹ سونپ دیجئے۔ یہی عرصہ ان لوگوں کو غیر منظم گروہ میں تبدیل کرنے کے لئے کافی ہو گا۔ اس کے بعد وہ اختلاف اور انتشار کا شکار ہو جائیں گے۔ اس اختلاف و انتشار اور خانہ جنگی میں جو مملکت چلے گی اس کی اہمیت نہ ہو گی"۔

اسی لئے عوامی انتخابات جہاں بھی ہوئے وہیں انہوں نے افتراق و انتشار کا بیج بویا اور ملک و قوم میں اتفاق و اتحاد کی فضاء قائم نہ ہونے دی۔ تاکہ وہ اس خلفشار کی فضا میں من مانی کر سکیں۔ جمہوری نظام میں چونکہ خدا کی خوشنودی کی بجائے عوام کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ اس لئے ہر آمر اور ہر جابر اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے عوام کی نفسانی خواہشات اور غیر اخلاقی تقاضے پورا کرنا اپنا فرضِ اولین سمجھتا ہے، عوام کی ناجائز خواہشات کی تکمیل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور یہی جمہوریت ہے۔

مشرق ہو یا مغرب وہاں کی عوامی جمہوریتوں میں عوام کے تقاضوں پر انہیں ہر قسم کی جنسی آزادی بخشی گئی۔ اور بے حیائی و گمراہی کی ترویج کے لئے ان کو قانونی تحفظ مہیا کیا گیا۔ اور اس خوبی سے شرم و حیا اور اخلاقی اقدار کے جنازے اٹھائے گئے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) ڈنمارک کی پارلیمنٹ میں بھائیوں کو بہنوں کے ساتھ اور لڑکوں کو لڑکوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت

دینے کا بل پیش ہوا۔

(۲) بعض چرچوں میں مردوں کا مردوں کے ساتھ باقاعدہ نکاح پڑھایا جاتا ہے۔

(۳) بعض مغربی ممالک میں خلافِ وضع فطری یعنی ہم جنسی کی قانوناً اجازت دے دی گئی ہے بشرطیکہ وہ ۲۱ سال کی عمر کے ہوں۔

(۴) جن ممالک میں ۲۱ سال سے کم عمر والوں کو قانوناً ہم جنسی کا حق حاصل نہیں وہ اس حق کے لئے ایجی ٹیشن کر رہے ہیں۔

(۵) عوامی تقاضوں کے تحت بعض ممالک میں اسقاط حمل کی قانوناً اجازت دے کر ہر خاص و عام پر زنا کاری کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

(۶) بعض ممالک میں اسقاط حمل کی بجائے مانع حمل گولیوں کا استعمال عام ہو رہا ہے۔

(۷) امریکہ میں ہر چوبیس منٹ میں ایک قتل، ہر سات منٹ میں آبروریزی اور ہر دس سیکنڈ میں نقب زنی کا ریکارڈ قائم ہو گیا ہے۔

(۸) جنسی تلذذ کی دلدل میں اضافہ کے لئے عریاں جریدوں اور برہنہ تصویروں کے ساتھ ساتھ اب ٹی وی، وی سی آر سے کام لیا جا رہا ہے۔

(۹) جنسی خرابیوں کو اب مغرب اور امریکہ میں بنیادی حقوق کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہاں نوجوان جوڑے ریلوے اسٹیشن، پلیٹ فارم، پارک اور سینما کے اندر اور باہر حیا باختہ اور اخلاق سوز حرکات میں مشغول نظر آتے ہیں اور بڑے بوڑھے اور بڑی بوڑھیاں آنکھیں چرا کر اس طرح نکل جاتے ہیں۔ جیسے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

(۱۰) اس بے راہ روی کی وہاں کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی کمی نہیں جس کی وجہ سے معاشرہ میں زنا میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور کنوارہ پن ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔

(۱۱) رہی سہی کسر مخلوط تعلیم یا ان سکولوں کے قیام سے نکل رہی ہے جن میں باقاعدہ جنسی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۱۲) غضب یہ ہے کہ جو برائی معاشرہ میں جڑ پکڑ جائے تو اسے بطور رواج تسلیم کر لیا جاتا ہے اور عوامی مطالبوں اور تقاضوں کے تحت اسے قانونی تحفظ مہیا کیا جاتا ہے۔ یہ وباء آہستہ آہستہ اب مشرقی ممالک میں بھی میڈیا کے ذریعہ پھیلائی جا رہی ہے۔ خدا، رسول اور اسلام کے خلاف باقاعدہ محاذ بنا کر ان موضوعات پر سرعام تنقید ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کو بتدریج یہ تنقید برداشت کرنے کا خوگر بنایا جا رہا ہے۔ عوام کو جنسی تقاضوں اور بنیادی حقوق سے محرومی کا احساس دلا کر اسلام سے برگشتہ کیا جا رہا ہے۔ مغرب تو اس معاملہ میں پیش پیش تھا ہی مگر وائے ناکامی کہ اب اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی یہ سب مذکورہ خرابیاں، حکومتی سطح پر پھیلائی جا رہی ہیں۔

افسوس کہ اس کافرانہ جمہوری پاکستانی نظام میں یہ آواز بھی اٹھائی گئی ہے کہ:-

ہاتھ کاٹنے اور سنگسار کرنے کی سزا ظالمانہ ہے۔ (نوائے وقت ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء)

عوامی جمہوریت اور اس کے تقاضے اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ یہ اللہ کی حاکمیت کے خلاف ابلیس کا ایک متحدہ محاذ ہے۔ اور اسلام کی اخلاق آموز اور بصیرت افروز حدود و قیود دورِ حاضر کی نام نہاد مہذب دنیا کو پسند نہیں۔

برٹنڈرسل نے لکھا ہے کہ "جمہوریت کا مقصد اقتدار کے بے جا استعمال کو روکنا تھا لیکن یہ ہمیشہ کسی بازاری لیڈر یا شورش انگیز مقرر کا شکار ہو کر خود اپنے نصب العین کو شکست دے رہی ہے۔" جب تک نظام اسلام نافذ نہیں ہوگا۔ اسکے مطابق عمل نہیں کیا جائے گا۔ اللہ کی حاکمیت نہیں ہو گی۔ انسان کو سکون نہیں ملے گا۔ جمہوری نظام دنیاء اسلام کو جہنم میں دھکیل رہا ہے اور آخر دھکیل کر لے جائے گا۔

حضرت علامہ اقبال نے بھی جمہوریت کا مرثیہ لکھا ہے۔

ہے وہی طرز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

علامہ نے تو ایک مقام پر جمہوریت کے دلدادگان کو جمہور کے ابلیس کہا ہے اور شیطان کی زبان سے یوں کہلوایا ہے۔

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک

افلاطون کی ری پبلک سے لیکر موجودہ دور تک دنیا کا کوئی ملک بھی جمہوریت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسلئے کہ یہ خلافِ فطرت نظام ہے جہاں کہیں یہ جمہوریت قائم ہے۔ انسان اپنا قلبی اور ذہنی سکون کھو بیٹھا ہے۔ جب سے ہم نے اسے اپنانے کی کوشش کی ہے۔ ہم پر بھی بیم ورجاء کی کیفیت طاری ہے۔ آج جس بے یقینی، بے چینی کے لق ودق صحرا میں ہم پریشان گھوم رہے ہیں اس سے ہر پاکستانی (سوائے ارکان اسمبلی) بخوبی واقف ہے۔ ووٹرز حضرات (عوام کالانعام) کو ایسی مایوسیوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے کہ الامان والحفیظ

اسلامی نظام حکومت اور جمہوری طرز حکومت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جمہوریت میں اقتدار اور حاکمیت انسانوں کو حاصل ہے۔ لیکن اس کے برعکس اسلام میں یہ حق اللہ کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

نظام میں اطاعت کا مطالبہ صرف اللہ کے لئے ہوتا ہے نہ کہ کسی مستبد حکمراں کے لئے۔ اسلامی ضابطہ قانون وہ ابدی اور اٹل حقیقت ہے جسے دنیا کی بڑی سے بڑی اکثریت بلکہ دنیا کے سارے انسان مل کر بھی تبدیل نہیں کر سکتے۔

دوسرے لفظوں میں نظام اسلام میں قانون وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ اور اسکے برعکس جمہوریت میں قانون وہ ہے جسے عوام چاہتے ہیں۔

اسلام میں مسلمان حاکم کبھی آمر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے قرانی احکام کے مطابق زندگی گذارنا پڑتی ہے۔ جہاں آمریت کا تصور بھی نہیں۔ اسلامی نظام میں ہر مسلمان کو اپنے حاکم کے احتساب کا حق حاصل ہے۔ وہ خلاف شریعت ہر عمل پر حکمراں کو برسرعام ٹوک سکتا ہے لیکن جمہوریت کے دیو کے سامنے ساری قوم بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔ عقل سر پٹختی ہے اور صداقت منہ چھپا لیتی ہے۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

دراصل جمہوریت ایک صاف دھوکہ، مکر، فریب۔ بدمعاشی اور بے حیائی ہے۔ آمریت کا دوسرا نام جمہوریت ہے۔ شہنشاہ کی جگہ وزیراعظم لے لیتا ہے اور پھر وہ قوم کو نام نہاد جمہوریت کی رتھ کے پہیوں میں کچل کر رکھ دیتا ہے، اور یہ سب کچھ ہمارے پاکستان میں ہو رہا ہے۔ دنیا کے حالات و واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ جمہوریت ایک بدترین اور ناکام نظام حکومت ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس نظام نے دنیا کا امن تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اب پاکستان بھی جمہوری نظام کی تباہ کاریوں کی زد میں ہے۔ اللہ میرے وطن کو محفوظ رکھے اور جمہوریت سے نجات دے کر اس پر اسلام کا سایۂ رحمت و سلامتی قائم کر دے (آمین)

مسجد احرار، ربوہ کا نیا فون نمبر

(04524) 211523 ~~886~~

پارہ ہائے دل

کیا یہ غلط ہے کہ دنیا کے نقشہ پر برنگِ سبز ایک خطۂ ارض اُبھر آنے کے باوجود پاکستان نہیں بنا۔ وہ پاکستان..... کہ جس کا مطلب لا الہ الا اللہ بیان کیا جاتا رہا ہے۔ گویا اس روح پرور دلفریب نعرۂ آزادی کے پس منظر میں مسلمانوں سے خوب دھوکہ کیا گیا۔ بقول مفتی محمد نعیم لدھیانوی

زمیں بدلی زماں بدلا، مکیں بدلے مکاں بدلا
نہ تو بدلا نہ میں بدلا، تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

یہ تقسیم ملک اور تبادلۂ آبادی کی طرف اشارہ ہے۔ تاریخ کے اوراق میں ہنود و یہود اور فرنگی حکمرانوں کی ملی بھگت اور سازش کا بہت بڑا فراڈ لکھا جائے گا۔ غضب کی بات ہے کہ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے اور منوانے کے بعد بچے کھچے پاکستان کو بھی ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ غیر ملکی سطح پر ناپاک سازشیں منظر عام پر آ رہی ہیں اور کراچی کا امن و امان تباہ کرنا اسی منصوبہ کی کڑی ہے۔ یہ کس قدر افسوس ناک حقیقت ہے کہ دنیائے کفر کو اسلام کی دعوت دینے والی عظیم قوم، خود اسلام سے بغاوت پر اتر آئی ہے۔ گزشتہ نصف صدی کے انقلابات، تغیرات اور اکھاڑ پچھاڑ کے واقعات، سرکاری سطح پر پاکستان میں بے حیائی، بے دینی اور مذہب سے بیزاری کے فروغ پر شاہد عدل ہیں۔ بیرونی اسلام دشمن قوتوں کے اشارے پر غلامی کی مکروہ و مذموم زنجیروں کا حلقہ بتدریج تنگ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ بیرونی سازشیوں کو مقامی سطح پر ملت فروش میسر آ گئے ہیں۔ علامہ اقبال اور جناح کے معروف اقوال و فرمودات کی تعبیر سراسر الٹ ہو رہی ہے۔ پاک سر زمین کو ہر سطح پر ناپاک بنانے کی شیطانی سازشیں بار آور ہو رہی ہیں۔ جیسے پنجابی زبان میں جب کسی پھوڑے یا زخم میں پیپ پڑ جائے تو اسے پاک (گند پڑنا) کہا جاتا ہے۔

اہل حدیث۔ دیو بندی۔ بریلوی اور شیعہ علماء سے اگر ایک سوال پوچھا جائے کہ گانے بجانے اور محفل موسیقی وغیرہ کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے تو یقیناً سب علماء کا ایک ہی جواب ہوگا..... حرام، حرام اور قطعاً حرام۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ رقص و سرود ناچ گانوں اور ڈراموں کی خباثت سے میرے ہم وطنوں کے گھر محفوظ نہیں۔ نسلِ آدم بھوک سے بے چین ہے لیکن یہاں
ہو رہی ہے رنگ و بو کی انجمن آراستہ

الیکٹرانک ٹیکنالوجی کی فتنہ سامانی، خدا فراموشی اور اخلاقی تباہی کے سبق سکھا رہی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی۔ وی سی آر وغیرہ کے ہم رنگ و ہم زبان صحافت، اخبار و جرائد بھی نعرۂ پاکستان کا منہ چڑا رہے ہیں۔

مردوں عورتوں بچوں جوانوں غرض نئی نسل میں بے حیائی کا زہر گھلایا جارہا ہے۔ نام نہاد تہذیب اور ترقی کے علمبردار روزناموں ہفت روزوں اور ماہ ناموں کے صفحات پر بیہودہ نیم عریاں تصاویر، دلچسپ عنوان، فلمی اشتہارات کی بھرمار سے شرم و حیا منہ چھپائے پھرتی ہے اور نسل انسانی کی گمراہی پر نوحہ خواں ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

غیرت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

یا بقول ماہر القادری

وہ مشرق ہو یا کہ مغرب ہر طرف ہے فتنہ سامانی
نظام زیست کو منشور قرآں کی ضرورت

× اسلام دشمن سامراج کے ذہنی غلام بارہ یا چودہ کروڑ عوام میں آج تک ایک بھی اسلام کا سچا سرفروش حب دار مضبوط حکمران سامنے نہیں آیا۔ خود غرض لوٹا ٹائپ سیاستدانوں کی خدا فراموش، ناعاقبت اندیش قیادت اور اجتماعی سیاہ کاریوں نے نام نہاد جمہوریت کو تماشا بنا رکھا ہے۔

جلال بادشاہی ہو یا کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
(اقبال)

× شومئ قسمت کہ جمہوریت کی منحوس قربان گاہ پر سینکڑوں ہزاروں نہیں لاتعداد اور ان گنت مخلوقِ خدا کا خون بہہ رہا ہے۔ آئے دن قتل و غارت گری اور آبرو ریزی کا خونین طوفان حالیہ نسوانی حکومت کے کنٹرول سے باہر ہوچکا ہے۔ آج کسی کی جان مال عزت و آبرو کا تحفظ خود غرض لالچی ارباب اقتدار کے بس میں نہیں رہا۔ بے گناہ قتل ہونے والے راہ گیر کو پتہ نہیں ہوتا کہ اسے کیوں مارا جارہا ہے۔ اور نہ ہی کرایہ کے قاتل کو یہ شعور ہوتا ہے کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں اسے سزائے موت دے رہا ہے۔ بقولِ اقبال!

کیا تو نے دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

× کیا یہ بھی غلط ہے؟ کہ دولت جب آتی ہے تو اندھا کر دیتی ہے اور جب جاتی ہے تو عقل کو بھی ساتھ لے جاتی ہے۔ روزانہ معمول کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم چھوٹے چور کو تو سزا دیتے ہیں اور بڑے کو سلام کرتے ہیں۔

× پڑھے لکھے "جاہل" بے بنیاد حکمران شریعت کی بالادستی کا مطالبہ کرنے والوں کو بنیاد پرست کا طعنہ دے کر حق و صداقت کی راہ سے بہکانے کی فکر میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے آمین۔

اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ عذاب آسمان سے بادو باراں کی صورت میں نازل فرمائے۔
۲۔ یا زمین کی تہہ سے زلزلے اور سیلاب وغیرہ سے نافرمان قوموں کو برباد کردے۔
۳۔ تیسرا عذاب جو ہم پر مسلط ہے یہ کہ آپس میں نااتفاقی بدخلقی۔ پارٹی بازی۔ سیاسی و مذہبی تفرقہ و انتشار وغیرہ میں مبتلا کر کے آپس میں ٹکرا کر تباہ کردے۔ (مفہوم آیت نمبر ۶۵ سورۃ الانعام پ ۷)
کاش کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی محبوب اور غیور مردِ میدان بھیجے جو کفر کے غلیظ ماحول میں صاف شفاف دین کی بنیاد استوار کرے (آمین یا الہ العالمین)

حرف آخر

منتظر ہے یہ جہاں آئین پیمبر کا آج
ورنہ سب بے کار ہے جمہور ہو یا تخت و تاج
(اقبال)

بنیاد پرست فقیر عبد الواحد بیگ، المرحوم پینٹر تھلہ سادات دہلی گیٹ ملتان۔

احرار ختم نبوت سنٹر کی تعمیر

جدید مرکز احرار دارالعلوم ختم نبوت اور احرار ختم نبوت سنٹر مقابل مرکزی مسجد عثمانیہ، معاویہ چوک، ہاؤسنگ سکیم چیچا وطنی۔ کی تعمیر کا کام جاری ہے ضلع ساہیوال بالخصوص علاقہ چیچاوطنی کے ساتھی خصوصی توجہ فرمائیں۔

رابطہ:۔

دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ چیچا وطنی۔

واقعہ کربلا اور اس کا پسِ منظر

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

ایک نئے مطالعے کی روشنی میں

تحقیق کی دنیا میں علماء اور دانشوروں سے دادو تحسین وصول کرنے والی
نہایت متوازن اور مسلکِ حق کی ترجمان کتاب

قیمت 150 روپے

بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

مرزا قادیانی کو انگریزی نبوت کیسے ملی؟

سوچ

ایک کشادہ اور خوبصورت کمرہ جس کی آرائش و زیبائش قابل دید ہے۔ کمرے میں نقش و نگار سے مزین ایک میز پڑا ہے۔ میز کے ارد گرد حلقہ بنائے کچھ آدمی بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں جیسے کسی نہایت اہم چیز کی تلاش ہو یا کسی الجھے ہوئے مسئلے کا حل مطلوب ہو۔ سوچنے والوں میں سے کسی کے ماتھے پر سوچ کی سلوٹیں ہیں۔ کوئی کرسی سے ٹیک لگائے پوری آنکھیں کھول کر خلاء میں گھور رہا ہے اور کوئی سگار منہ میں رکھے سوچوں کی وادیوں میں سرگرداں ہے۔ کمرے میں مکمل خاموشی ہے اور کبھی کبھی کسی کے کھانسنے یا بولنے سے یہ سکوت ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ لوگ کون ہیں؟ یہ انگریزی حکومت کے ہندوستان میں اعلیٰ عہدوں پر فائز سرکردہ لوگ ہیں۔ یہ مسلمانوں کی تاریخ اور ان کی نفسیات پر سوچ رہے ہیں۔ یہ ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی حالات پر غور کر رہے ہیں۔ یہ ہندوستان میں اٹھنے والی مختلف دینی اور سیاسی، تحریکوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔ وہ ان سوچوں میں گم ہیں کہ ہمیں ہندوستان کو غلام بنائے ایک لمبا عرصہ بیت گیا لیکن ہندوستان کے باہمت مسلمانوں نے ہماری غلامی کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ ہم ان کے دلوں سے مذہب کی محبت کی حدت و حرارت نہیں نکال سکے۔ ان کی مساجد آباد ہیں۔ دینی مدارس سے ہمارے خلاف جری جوانوں کی فوج تیار ہو کر نکل رہی ہے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے سینوں میں قرآن لئے پھرتے ہیں۔ ان کے علماء ہمارے عیسائی مبلغین کے پاؤں نہیں جمنے دیتے۔ لاکھوں عیسائی مبلغین کی ڈاریں پورے ہندوستان میں بکھیرنے کے باوجود ہم ناکام و نامراد رہے۔ہم ان کے دلوں سے ان کے نبیؐ کی محبت نہیں نکال سکے۔ قرآن کے لاکھوں نسخے جلوانے کے باوجود ان کے گھروں سے قرآن پڑھنے کی صدائیں اٹھتی ہیں۔

ہم نے انہیں پابند سلاسل کر کے دیکھ لیا لیکن ان کے دلوں میں فکر حریت کے چراغ کی لو کو مدھم نہ کر سکے۔ اگرچہ سیم و زر کے بل پر ہم نے چند غداروں کو خرید تو لیا لیکن انہوں نے ان غداروں پر لعنتوں کے ڈونگرے برسائے۔

کرسی صدارت پر بیٹھا ہوا گنجے سر والا آدمی اپنی مونچھوں کو مروڑتا ہوا بولا کہ میں نے وہ راز پا لیا ہے جس سے مسلمانوں کو دائمی غلام بنایا جا سکتا ہے۔ وہ بولا کہ جہاد ہی وہ جذبہ ہے جو مسلمانوں میں جرأت' ہمت اور شجاعت پیدا کرتا ہے اور ان کے ہاتھ ہمارے گریبانوں تک پہنچاتا ہے۔ جب بھی کوئی مرد قلندر نعرہ جہاد بلند کرتا ہے تو فاقہ مست مسلمان اس کی صدا پر لبیک لبیک کہتے ہوئے میدان کار زار میں کود پڑتے ہیں اور دیوانہ وار اپنے دین پر نثار ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان جب ہم سے بر سرپیکار ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے موت نہیں بلکہ نعمتوں سے لدی جنت اور دل میں اللہ اور اپنے رسولؐ سے ملاقات کی تڑپ ہوتی ہے۔ ایسی قوم کو غلام بنانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کے دلوں سے جذبہ جہاد نوچ لیا جائے لیکن اس کے لئے ہمیں ایک جھوٹے نبی کی ضرورت ہو گی' جو اعلان کرے گا کہ خدا نے مجھے اس دھرتی پر نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ اعلان کرے گا کہ اب اللہ تعالٰی نے جہاد کو حرام قرار دے دیا ہے۔ نبوت کا دعوٰی کرنے سے سادہ لوح مسلمانوں کی محبتوں اور عقیدتوں کا رخ اپنے نبی سے ہٹ کر اس جھوٹے نبی کی جانب ہو جائے گا اور اس طرح وہ شخص اپنی اچھی خاصی جماعت بنا لے گا اور پھر وہ اور اس کی جماعت جہاد کے حرام ہونے کی تبلیغ و تشہیر کرے گی۔

جھوٹے نبی کی تلاش

وائسرائے ہند کے کہنے پر جھوٹے نبی کی تلاش شروع ہو گئی۔ تلاش کرنے والے ماہرین کو تاکید کی گئی کہ سب سے زیادہ کوشش اس نکتہ پر کی جائے کہ مطلوبہ شخص پنجاب سے مل جائے! کیونکہ پنجاب کے لوگ بڑے بہادر' دلیر اور دلاور ہوتے ہیں۔ زیادہ تر دینی و سیاسی تحریکیں پنجاب ہی سے اٹھتی ہیں۔ جھوٹے نبی کی تلاش کرنے والی ٹیم اپنے مشن پر روانہ ہو جاتی ہے۔ کچھ دنوں بعد ٹیم کا ایک شخص اپنے

ساتھ درمیانے قد کے ایک آدمی کو لاتا ہے۔ جس کا منہ میلا کچیلا' آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور ادھ کھلی' موٹے موٹے ہونٹ جن پر سیاہی پھیلی ہوئی' سر اور داڑھی کے بال الجھے ہوئے اور کنگھی سے ناآشنا' بڑے بڑے اور گہرے کان جیسے چھوٹے چھوٹے پیالے ہوں' دانتوں سے جھانکتی ہوئی پیلاہٹ' کپڑوں پر میل کی تہیں' خاک میں اٹے ہوئے جوتے اور غیر متوازن جسم۔ یہ شخص چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اور جھومتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ جھوٹے نبی کا انتخاب کرنے والی ٹیم کے تمام ممبران کمرے میں بیٹھے ہیں۔ وہ حیرت زدہ ہو کر آنے والے آدمی سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ شخص کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ جناب یہ آپ کی نبوت کا امیدوار ہے۔ وہ غصے سے کہتے ہیں تمہیں اس کے سوا کوئی اور نہ ملا۔ یہ انسان ہے کہ بھوت؟ اس کی شکل دیکھ کر تو ہمیں متلی آ رہی ہے' لوگ اس کو کیسے نبی مان لیں گے۔ آنے والا شخص جواب دیتا ہے کہ جناب ہم نے سارا ہندوستان چھان مارا۔ بڑے بڑے غداروں اور دولت و اقتدار کے حریصوں کو اس کام کے لئے تیار کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ہر ایک نے نفی میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ جناب نبوت کا دعویٰ تو بڑی دور کی بات ہے ہمیں تو یہ سوچ کر ہی کپکپی سی آتی ہے اور خوف سے جسم میں سرد لہر دوڑ جاتی ہے۔ جناب ہم نے یہ تجربہ کیا ہے مسلمان کتنا ہی گناہ گار ہو وہ اپنے نبی سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اپنے نبی کی عزت و ناموس پہ جان قربان کرنا اپنے لئے سعادت عظمیٰ سمجھتا ہے۔ جناب! یہی ایک بختوں کا مارا' نصیبوں کا ہارا ملا ہے جس کی مہار شیطان نے تھام رکھی ہے۔ آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا ہے۔ آگے جناب کی مرضی لیکن یہ بات یاد رہے کہ دیکھنے میں تو یہ پھٹا پرانا اور فرسودہ و بد شکل معلوم ہوتا ہے لیکن ہے بڑے کام کی چیز اور جھوٹی نبوت کے لئے جن اوصاف رذیلہ کی ضرورت ہوتی ہے اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ انٹرویو تو لے کر دیکھیں۔ چند منٹوں میں صورت حال نکھر کر آپ کے سامنے آ جائے گی۔

انٹرویو

بورڈ ۔۔۔ تمہارا نام' ولدیت' پتہ ؟

مرزا قادیانی --- میرا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ میرے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور میرا گھر مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے چھوٹے سے گاؤں قادیان میں ہے۔

بورڈ --- تمہاری تعلیم؟

مرزا قادیانی --- میں ٹوٹی پھوٹی اردو' ٹوٹی پھوٹی انگریزی اور بہت ہی ٹوٹی پھوٹی عربی جانتا ہوں۔

بورڈ --- آج کل کیا کام کرتے ہو؟

مرزا قادیانی --- آج کل میں سیالکوٹ کی کچہری میں منشی ہوں۔

بورڈ --- نبی تو علم کا سمندر ہوتا ہے اور تمہاری تعلیم تو بہت کم ہے مگر ہمیں اپنی نبوت چلانے کے لئے بہت سارا لٹریچر اور بہت ساری کتابیں چاہئیں۔ تو پھر یہ لٹریچر اور کتابیں کون لکھے گا؟

مرزا قادیانی --- جناب آپ فکر نہ کریں میرا ایک دوست حکیم نور الدین ہے۔ وہ پڑھا لکھا آدمی ہے اور پہلے ہی اسلام کے بہت سے بنیادی عقائد کا باغی ہے۔ وہ ہر قدم پر میرے ساتھ ہو گا اور کچھ علمائے سو اس کے دوست ہیں' وہ بھی آ جائیں گے۔ باقی تحریف قرآن و حدیث کے لئے عیسائیوں اور یہودیوں کی ٹیم آپ مجھے دے دیں۔ وہ سب مل کر کتابیں اور لٹریچر تیار کریں گے اور کتابوں پر نام میرا چلے گا اور اس طرح پورے ہندوستان میں میرے علم کا ڈنکا بجے گا اور میں اپنا نام " سلطان القلم" رکھ لوں گا۔ (ہی ہی ہی ہی)

بورڈ --- نبی تو بڑے حسین و جمیل ہوتے ہیں اور تم تو بڑے کریہہ الصورت ہو۔ تمہارے نقوش انتہائی بھدے اور رنگ کالا ہے۔ لہذا اس رنگ اور شکل کے ساتھ تمہارا نبی بننا بہت مشکل ہے۔

مرزا قادیانی --- سر جی! دراصل میں بچپن میں دوپہر کو چلچلاتی دھوپ میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا اور گاؤں میں آوارہ گردی کرتا تھا۔ جس سے میرا رنگ کالا ہو گیا۔ آپ کے ولایت میں رنگ گورا کرنے والی اعلیٰ سے اعلیٰ کریمیں بنتی ہیں آپ وہ کریمیں مجھے منگوا کر دیں' میں وہ کریمیں اپنے بوتھے پر خوب رگڑوں گا اور جتنا بھی ممکن ہو سکا اپنا

رنگ صاف کروں گا اور جہاں تک میرے بھدے نقوش کی بات ہے اگر آپ کا دل مانے تو پھر آپ میری پلاسٹک سرجری کروائیں' ویسے میں آپ کو ایک بات بتاؤں جھوٹے نبی ہوتے ایسی ہی شکلوں کے ہیں۔ امت مسلمہ میں سب سے پہلے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا اسود عنسی تھا۔ وہ انتہائی کالا اور بدشکل تھا۔ جس کی وجہ سے اسے اسود (کالا) کہا جاتا تھا اور عنسی اس کے قبیلے کا نام تھا۔ آپ مسیلمہ کذاب کو دیکھئے اس کا قد انتہائی ٹھگنا اور چہرے پر لعنتیں ملامتیں رقص کرتی تھیں۔

سر جی! جو بھی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا منہ سیاہی چوس کی طرح لعنت چوس ہو جاتا ہے اور اللہ ' اس کے فرشتوں' انسانوں' جنوں اور حجرو شجر کی طرف سے اس پر لعنتیں پڑتی ہیں اور اس کا منہ لعنت ہاؤس بن جاتا ہے۔ آپ ابھی سے گھبرا رہے ہیں۔ ابھی تو جب میں دعویٰ نبوت کروں گا پھر دیکھنا میرا منہ کس طرح " نٹے منہ " بنتا ہے۔

بورڈ ۔۔۔ تم سے بدبو بہت آ رہی ہے تم نہاتے نہیں ہو۔

مرزا قادیانی ۔۔۔ سر جی! دراصل میں افیون کھاتا ہوں اور آپ کو تو پتہ ہے کہ جو افیون کھاتا ہے وہ پانی سے بڑا ڈرتا ہے۔

بورڈ ۔۔۔ ہم نے تم کو اب غور سے دیکھا ہے تو پتہ چلا ہے کہ تم تو کانے بھی ہو۔ تمہاری ایک آنکھ چھوٹی ہے اور ایک بڑی ہے اور ویسے بھی تمہاری دونوں آدھ کھلی آنکھیں ہروقت خوابیدہ سی رہتی ہیں ان مست الست آنکھوں کا کیا کیا جائے۔

مرزا قادیانی ۔۔۔ سر جی! آپ بے فکر رہیں میں کہوں گا کہ میری آنکھوں کی یہ حالت کثرت عبادت کی وجہ سے ہے۔ لوگ سمجھیں گے کہ شب بیداری کی وجہ سے آنکھوں کی یہ حالت ہو گئی ہے اور وہ مجھے کوئی بہت ہی پہنچی ہوئی ہستی سمجھیں گے۔

(ہی ہی ہی ہی)

بورڈ ۔۔۔ ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ جب تم زیادہ مقدار میں افیون کھا لیتے ہو تو گھٹنوں میں سر دے کر اونگھتے رہتے ہو۔

مرزا قادیانی ۔۔۔ سر جی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں لوگ سمجھیں گے کہ حضرت

صاحب مراقبے میں بیٹھے ہیں (ہی ہی ہی ہی)

بورڈ ۔۔۔ نبوت کی ذمہ داری بہت بھاری ذمہ داری ہوتی ہے۔ نبی کو انتہائی محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے۔ لمبے لمبے سفر کرنا پڑتے ہیں۔ دشمنوں سے برسرپیکار ہونا پڑتا ہے۔ فصاحت و بلاغت پر مبنی تقاریر کرنا پڑتی ہیں۔ لوگوں کی تربیت کرنا پڑتی ہے۔ لیکن تمہاری صحت تو بالکل کمزور اور رنگ زرد ہے۔ چلتے ہو تو ٹانگیں کانپتی ہیں اور سر جھومتا ہے۔ اس کا کیا تدارک ہے؟

مرزا قادیانی ۔۔۔ میں ایک غریب الوطن ہوں، پردیس میں نوکری کرتا ہوں۔ کچہری میں پندرہ روپے ماہوار میری تنخواہ ہے۔ گھر بھی پیسے بھیجنے پڑتے ہیں۔ یہاں بھی خرچ ہوتا ہے۔ غربت کی چکی میں پس پس کر میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ بڑی مشکل سے دو وقت کی دال روٹی چلتی ہے اور وہ بھی اگر دس پندرہ روپے رشوت نہ لوں تو فاقوں سے مر جاؤں۔ جناب جب آپ مجھے اپنا نبی بنا لیں گے تو پھر میں بکرے، مرغے، مرغابی، تیتر، بٹیر، قورمہ، زردہ، پلاؤ اور انواع و اقسام کے پھل کھاؤں گا۔ اور اوپر سے ای پلومر کی شراب کی بوتل چڑھاؤں گا تو پھر میری صحت قابل رشک ہو جائے گی۔ (ہی ہی ہی ہی)

بورڈ ۔۔۔ تمہاری زبان میں لکنت ہے اس سے تو ہمیں بہت نقصان پہنچے گا جب تم تقریر کرو گے تو لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔

مرزا قادیانی ۔۔۔ سر جی! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں لکنت کو اس انداز سے استعمال کروں گا کہ لوگ سمجھیں گے کہ فکر دین کی وجہ سے میری آواز رندھی ہوئی ہے اور مجھ پر رقت طاری ہے۔ (ہی ہی ہی ہی)

بورڈ ۔۔۔ تم کانے ہو ہمارا خیال ہے کہ ہم تمہاری آنکھ کا آپریشن کرا کے تمہاری آنکھ ٹھیک کرا دیں۔

مرزا قادیانی ۔۔۔ جناب میں پیدائشی کانا ہوں، میں قدرتی کانا ہوں۔ اس لئے آپریشن سے میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہو سکتیں۔ ویسے آپ کی محبت کا بہت بہت شکریہ!

بورڈ ۔۔۔ تم مسلمانوں کو اپنے گرد کس طرح اکٹھا کرو گے؟

مرزا قادیانی ۔۔۔ میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظرے کروں گا۔ ان کے خلاف تقریریں کرونگا اور ان کے خلاف لٹریچر شائع کروں گا۔ جس سے مسلمان مجھے ملت اسلامیہ کا مجاہد اور ہمدرد و غمگسار سمجھیں گے۔ اس طرح میں ان کا لیڈر بن جاؤں گا اور بہت سے لوگ میرے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔ کیسا ہے' جناب ؟ (ہی ہی ہی ہی)

بورڈ ۔۔۔ ہم نے نوٹ کیا ہے کہ تم گالیاں بہت بکتے ہو۔

مرزا قادیانی ۔۔۔ سر جی! یہی تو میرے پاس حریف کو بھگانے کا ہتھیار ہے ورنہ میرے پاس رکھا ہی کیا ہے۔

بورڈ ۔۔۔ نبوت کاذبہ کو چلانے کے لئے بندے کو بہت جھوٹا' مکار' عیار' ڈھیٹ' بے شرم' دجال کذاب وغیرہ ہونا بہت ضروری ہے۔ کیا تم میں یہ " خوبیاں " پائی جاتی ہیں اور کیا اس کا تمہیں کوئی عملی تجربہ بھی ہے؟

مرزا قادیانی ۔۔۔ سر جی! جتنی عمر ہے اتنا ہی تجربہ ہے۔ یہ ساری " خوبیاں " جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں اور میں ان تمام " خوبیوں " کا مظہر کامل ہوں۔ میں بچپن میں گھر سے چیزیں چرایا کرتا تھا۔ ساتھیوں سے چیزیں چھین کے کھا جاتا تھا۔ گھر سے پیسے غائب کر لیتا تھا۔ ابا کی پنشن لے کر بھاگ جاتا تھا۔ تھیٹر میں جا کر فلمیں دیکھتا تھا۔ پھر کچہری میں ملازم ہو گیا۔ یہاں سے رشوتیں وصول کرنے' جھوٹی تسلیاں دینے اور ادھر کا مال ادھر کرنے کے فنون میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اب میں خود کو آپ کا نبی ہونے کے لئے سو فیصد فٹ سمجھتا ہوں۔

بورڈ ۔۔۔ تم اپنے مذہب اور نبوت کی داغ بیل کس طرح ڈالو گے؟

مرزا قادیانی ۔۔۔ میں نبی بن جاؤں گا۔ بیگم کو ام المومنین بنا لوں گا۔ بیوی بچوں کو اہل بیت بنا لوں گا۔ اپنے ساتھیوں کو صحابہ کہوں گا۔ اپنے شہر قادیاں کو مکہ و مدینہ کہوں گا۔ جنت البقیع کے مقابلہ میں قادیان میں بہشتی مقبرہ بناؤں گا۔ من گھڑت باتوں کو وحی کہوں گا۔ اپنی گفتگو کو حدیث کہوں گا۔ اپنے فرضی فرشتوں کی فہرست بناؤں گا اور خود کو اولی الامر قرار دے دوں گا اور آپ کی اطاعت' اللہ اور رسول کی اطاعت قرار دے دوں گا' جہاد کو حرام قرار دے دوں گا۔ غرضیکہ اسلام کے مقابل اپنا

اسلام کھڑا کر دوں گا۔ کیسا ہے میری سرکار؟ (ہی ہی ہی ہی)

بورڈ ـــ مسٹر مرزا قادیانی ہم نے ہر پہلو سے اور ہر طرح سے تمہارا انٹرویو کیا ہے'

جس میں تم نے ثابت کیا ہے کہ تم واقعی ایک عیار' مکار' دغاباز' فتنہ ساز' دجال' کذاب' ضمیر فروش' ایمان فروش اور ملت فروش شخصیت ہو۔ تمہیں مبارک ہو کہ ہم نے تمہیں اپنی "نبوت" کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ ہم ابھی نائی کو بلاتے ہیں' وہ تمہارے آوارہ بالوں کی حجامت کرے گا۔ تمہاری داڑھی کی تراش خراش کرے گا۔ تمہاری بے مہار مونچھیں جو تمہارے دانتوں کو چوم رہی ہیں ان کو چھوٹا اور سیٹ کرے گا۔ جنگلی جانوروں کی طرح تمہارے بڑھے ہوئے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں کو کاٹے گا۔ پھر تمہیں انگلش صابن دیں گے اور تم اپنے جسم پر پچھلے دو برس سے جمی ہوئی میل کی تہوں کو دور کرو گے۔ پھر ہمارا میک اپ کا ماہر آدمی تمہارے تن سے یہ چیتھڑے اتار کر خوبصورت شلوار قمیض پہنائے گا اور شلوار قمیض کے اوپر واسکٹ پہنائے گا پھر تمہارے بدن سے اٹھنے والی بدبو کو مارنے کے لئے تم پر خوشبو چھڑکے گا۔ تمہاری اجڑی ہوئی آنکھوں میں دم دار سرمہ لگا کر انہیں چمکائے گا۔ تمہارے پھٹے پرانے جوتے اتار کر تمہیں لندن کے بوٹ پہنائے گا اور پھر تمہارے سر پر ایک بہت بڑی پگڑی باندھے گا۔ پھر تم مسکرائے گا اور وہ تمہارا فوٹو اتارے گا اور وہ فوٹو ملکہ کے پاس لندن بھیج دیا جائے گا اور تمہیں دولت کی تجوریاں دے کر انگریزی نبوت چلانے کے لئے قادیان بھیج دیا جائے گا۔ تم بھی خوش ـــ ملکہ بھی خوش ــــ ہم بھی خوش ـــ قہقہے ـــ قہقہے ـــ قہقہے ـــ

مجلس احرار کی تحریک آزادی کشمیر ۱۹۳۰ء کی نہایت دلچسپ روداد

احرار اور تحریک کشمیر

ماسٹر تاج الدین انصاری

بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

قیمت =/10 روپے

ساغر اقبالی — طنز و مزاح

زبان میری ہے بات انکی

● وٹو پاکپتن میں بہشتی دروازے کی قفل کشائی کریں گے۔ (ایک خبر)
جیسا بہشتی دروازہ ویسا قفل کشا! اکھوں انی تے ناں نور بھری!

● بھٹو کو پھانسی دینا ضیاء دور کا سب سے بڑا ظلم تھا۔ (اسلم بیگ)
اور ڈاکٹر نذیر، خواجہ رفیق، مولوی شمس الدین، امیر احمد کس دور کے ظلم ہیں بیگ صاحب!

● اظہر سہیل کو سرکاری ایجنسی اے پی پی کا ڈائریکٹر جنرل بنا دیا گیا۔ (ایک خبر)
کاش آج شورش کاشمیری زندہ ہوتے!

● ہم نے اقتدار غریب کی جھونپڑی تک پہنچا دیا ہے۔ (وزیر اعلیٰ وٹو)
جھوٹ، سفید جھوٹ جھوٹے پر اللہ کی لعنت۔

● عمران کو وزیر اعظم بنانے کے لئے تمام جائیداد صرف کروں گا۔ (جمیز گولڈ۔ سسر عمران)
جیمز گولڈ، جدید ایڈیشن میں عبداللہ بن سبا۔

● آپ نے آخر زو آلوجی مضمون کیوں چنا؟ (ٹی وی پر ایک طالبہ سے سوال)
میرے والدین جانوروں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ کھڑے ہو کر کھاتے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے۔

● ملی یکجہتی کونسل کے ضابطہ اخلاق کی شق نمبر ۴ کے سیکشن (ب) جس میں لکھا گیا ہے کہ خلفائے راشدین ایمان کا جزو ہیں ان کی تکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ہم نہیں مانتے۔ (علامہ مرید عباس یزدانی۔ سپاہ محمد)
"ملی بھگت کونسل" کے چمپئین جواب دیں

● وزیر اعظم کراچی کے مسئلے پر جرأت مندانہ مؤقف اختیار کئے ہوئے ہیں۔ (پیپلز پارٹی)
بلاول بختاور زخمی ہوں تو جرأت کا پتہ چلے۔

● وفاقی حکومت ہماری توقع کے مطابق کام نہیں کر رہی۔ (فضل الرحمن)
کوئی امید بر نہیں آتی نیند رات بھر کیوں نہیں آتی۔

● بے نظیر نے مہاجر قوم کے بارے میں نازیبا الفاظ نہیں کہے۔ (نورانی)
رانی دا گواہ نورانی!

● لاہور میں چینی سستی ہو گئی۔ (ایک خبر)
شوگر کے مریضوں میں اضافہ ہو گیا۔

● رشدی کا گھر جل گیا۔ (ایک خبر)

انشاء اللہ قبر بھی جلتی رہے گی۔

✿ پنجاب اسمبلی کی کراچی قرارداد پر وزیراعظم کی ناراضگی! (ایک خبر)

کہ کراچی میں بے گناہ شہری مرنے پر افسوس کا اظہار کیوں کیا گیا؟

✿ ناصر کاظمی کبوتر باز تھے۔ (حسن سلطان کاظمی)

"باز" کا لاحقہ ان کی پوری زندگی پر محیط ہے۔

✿ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے لئے وی سی کی تلاش! (ایک خبر)

بولی لگ رہی ہوگی۔

✿ حکومت سے تعاون جاری رہے گا۔ (مولانا فضل الرحمن)

"حکومت" بھی آپ سے تعاون پر "تلی" ہوئی ہے۔

✿ میں بھی اقتدار پر قبضہ کر لیتا تو کوئی رکاوٹ پیش نہ آتی۔ (مرزا اسلم بیگ)

آپ کی ڈیوٹی بس "خلا" تک تھی!

✿ سجادہ نشین مزار امام بری سید صغیر حسین شاہ مریدوں سمیت پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ (ایک خبر)

حکومت بدل گئی تو ہزاروں مریدوں سمیت علیحدگی کا اعلان کر دیں گے۔

✿ دادا نے جونا گڑھ، باپ نے مشرقی پاکستان تباہ کیا۔ بیٹی پاکستان کا نقصان کرے گی۔ (پگارا)

آپ بھی شامل ہیں گلشن کی تباہی میں۔

✿ اندرا جان دے کر بھارت بچا سکتی ہے تو میں کیوں نہیں؟ (بے نظیر)

مرو، جلدی مرو، پاکستان بچاؤ۔

✿ سرکاری ملازمین کا ہیلتھ الاؤنس ختم کرنے کی تجویز۔ (ایک خبر)

کہ بیمار تو صرف بڑے سوَر ہی ہوتے ہیں۔

✿ شرپسندوں کے سامنے جھکنے کی بجائے آہنی ہاتھ سے نمٹیں گے۔ (وزیراعلیٰ وٹو)

پیپلز پارٹی کے ایم پی اے حضرات کو وارننگ!

✿ کراچی کے بارے میں حکومت کی پالیسی بالکل واضح ہے۔ (خالد کھرل)

یعنی روزانہ بیس بائیس شہری مرواتے رہو!

✿ ہائی کورٹ کے بھرتی فیصلے سے ۴۰ ہزار افراد بے روزگار ہو جائیں گے۔ (ریاض فتیانہ)

آپ کا "چائے پانی" بند ہو جائے گا!

✿ صدر ووٹ لینے کے لئے مجھ سے بات کر سکتے ہیں تو ملک کے لئے بھی مذاکرات کریں۔ (الطاف حسین)

تیز عورت کے سامنے مرد کی ایک نہیں چلتی بھائی!

مهدی معاویہ
ملتان ،

اخبار الاحرار

کاروانِ احرار منزل بہ منزل

- یہودیوں اور سبائیوں نے گہری سازش کر کے سیدنا حسینؓ کو شہید کیا۔
- واقعۂ کربلا کو کفر و اسلام کا معرکہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔
- سیدنا حسین نے خلافت کا دعویٰ کیا اور نہ ہی یزید کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔

دارِ بنی ہاشم ملتان میں یومِ عاشور کی اکیسویں سالانہ مجلس ذکر حسین سے ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد اسحق سلیمی، عبد اللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، ابو سفیان تائب، حافظ محمد کفایت اللہ اور دیگر مقررین کا خطاب۔

۱۰ محرم الحرام کو دارِ بنی ہاشم میں سرخپوشانِ احرار کا جم غفیر تھا۔ مختلف شہروں سے جاں نثارانِ احرار کی آمد صبح سے ہی شروع تھی۔ ۸ بجے صبح وفادارانِ احرار دار بنی ہاشم کی مسجد میں جمع ہوئے اور سیدنا حسینؓ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ ایصالِ ثواب پیش کرنے کے لئے تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہوگئے۔ ۱۰ بجے سٹیج سیکرٹری کی آواز نے سب کو متوجہ کیا۔ مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا محمد مغیرہ فرما رہے تھے، حضرات! یہ اکیسویں سالانہ مجلس ذکر حسینؓ ہے جس کا باقاعدہ آغاز ہو رہا ہے۔ مجلس احرار اسلام حاصل پور کے صدر، محترم ابوسفیان تائب اس مجلس کی صدارت کے فرائض انجام دیں گے۔ قاری عبد العزیز، قاری محمد ضیاء الحق اور قاری شبیر احمد نے تلاوتِ قرآن کریم سے مجلس کا آغاز کیا۔ حافظ محمد اکرم اور کپتان غلام محمد صاحب نے نعت سنا کر مجلس کو گرمایا۔ اور پھر بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مولانا محمد مغیرہ نے تمہیدی کلمات کے بعد مجلسِ احرارِ اسلام حاصل پور کے رہنما حافظ محمد کفایت اللہ صاحب کو دعوت خطاب دی۔ انہوں نے مختصر وقت میں سیدنا حسینؓ کے حادثۂ شہادت پر گفتگو فرمائی۔ ان کے بعد محمد یعقوب خان اور مولانا محمد اسحق سلیمی نے اس موضوع پر بڑے مدلل انداز میں گفتگو فرمائی۔ پہلی نشست کے آخری مقرر نقیب ختم نبوت کے مدیر، نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری تھے۔ انہوں نے اپنے طویل خطاب میں حادثۂ کربلا کے پس منظر اور پیش منظر، مقام و منصب صحابہ اور اسلام کے خلاف یہودیوں سبائیوں اور عجمیوں کی سازشوں کو

❁ باقیات کربلا میں سے کسی نے بھی یزید کے خلاف ایک جملہ تک نہیں کہا۔

تفصیل سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ حادثۂ کربلا تاریخ اسلام کا ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ اس حادثہ کی تہہ تک پہنچنے اور اصل کرداروں کو منظر عام پر لانے کے لئے ہمیں تاریخ کے تمام پہلوؤں کو پرکھنا ہوگا۔ تاریخ ایک ناقابل اعتبار کتاب ہے۔ ہمیں کذاب راویوں کی روایات اور افسانہ طرازیوں کو مد نظر رکھ کر تحقیق کا سفر کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تاریخ ہی کا کمال ہے کہ سیدنا حسین کی مظلومیت اور شہادت کی آڑ میں باقی صحابہ کرام کے مقام کو مجروح کر ڈالا اور یہی سازش ہے۔

سیدنا حسینؓ صحابیٔ رسول بھی ہیں اور نواسۂ رسول ﷺ بھی۔ وہ اپنی نسبت کے اعتبار سے نجیب الطرفین ہیں۔ ہر مسلمان کے دل میں ان کا احترام ہے۔ وہ شہید غیرت ہیں۔ سبائیوں نے ایک گہری سازش کر کے انہیں مکہ سے کربلا پہنچایا اور شہید کر ڈالا انہوں نے کہا کہ سیدنا حسین نے نہ تو یزید کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اس کی حکومت کے خلاف جہاد کیا۔ وہ تو کوفہ کے مفسدوں اور نام نہاد محبین اہل بیت کے خطوط پڑھ کر سازش کا شکار ہوئے اور اصلاح احوال کی نیت سے کوفہ کا سفر اختیار کیا۔ راستے میں سازش کا علم ہوا اور اپنے سفیر مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہوں نے سفر کا رخ شام کی طرف موڑ دیا اور یزید سے گفتگو کا فیصلہ کر لیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جو سازشیوں کے لئے سنہری موقع تھا۔ انہوں نے سیدنا حسین کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت لینے کا مطالبہ کیا سیدنا حسین نے انکار کیا اور اس موقع پر آپ نے تین شرائط پیش فرمائیں جن سے آپ کا مقصد سفر کربلا واضح ہوتا ہے اور تاریخ کی تمام مکذوبہ روایات کی نفی ہو جاتی ہے۔ جناب کفیل بخاری کی تقریر جاری تھی اور نماز جمعہ کا وقت بھی تنگ ہو رہا تھا۔ انہوں نے گفتگو کو مکمل کیا تو حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری تشریف لے آئے، خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے چند منٹ کے خطاب میں مقام و منصب صحابہؓ پر انتہائی پر مغز گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ تاریخ کے ترازو میں نہیں تولے جا سکتے۔ وہ قرآن و حدیث کے حوالے سے ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بہ نص قرآن ہر صحابی راشد و عادل اور معیار حق ہے۔

اچانک نعرہ ہائے تکبیر نے فضاء میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ مولانا محمد مغیرہ نے اعلان فرمایا، حضرات! ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ آپ سے مخاطب ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ جی نے خطبہ مسنونہ اور آیات قرآنی تلاوت فرمائیں تو سامعین اس کی تاثیر و حلاوت میں ڈوب گئے۔ آپ نے اپنے مفصل خطاب میں توحید، رسالت، ختم نبوت، اسوۂ صحابہ، مقام صحابہ اور حادثۂ کربلا جیسے عنوانات پر پوری شرح و بسط کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

❁ ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ صحابہؓ یزید کا فسق و فجور دیکھتے رہے اور ڈر کے مارے خاموش رہے۔

سیدنا حسینؓ کی شہادت کے واقعہ کو عقائد و ایمان اور حق و باطل کی جنگ قرار دینے سے خود سیدنا حسینؓ کی شخصیت اور مقام و منصب مجروح ہوتا ہے۔ جس کا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر تاریخ کی مکذوبہ روایات پر اعتبار کر کے ہم اسے حق و باطل کی جنگ مان لیں تو پھر سوالات کا ایک لامتناہی سلسلہ کھڑا ہو جائے گا۔

۱۔ اگر یہ کفر و اسلام کی جنگ تھی تو اس عہد میں باقی صحابہ کیوں خاموش رہے؟
۲۔ خود سیدنا حسین کے اپنے خاندان کے کتنے افراد ان کے ساتھ تھے؟
۳۔ حضرت عبداللہ بن جعفر جو آپ کے بہنوئی اور چچازاد بھائی ہیں وہ کربلا میں آپ کے ساتھ کیوں نہیں تھے؟
۴۔ صحابہ کرامؓ یزید کا فسق و فجور دیکھتے رہے اور مہر بہ لب کیوں رہے؟
۵۔ سیدنا حسین کی شہادت کے بعد بھی صحابہ کیوں خاموش رہے اور یزید کے فسق و فجور کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟

یہ اور اس قسم کے بے شمار سوالات تاریخ کے عام طالب علم کے ذہن کو منتشر کر دیتے ہیں۔

ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جس نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے فریضہ سے کبھی بھی کوتاہی کی ہو۔ واقعہ صرف اتنا ہے کہ سیدنا حسینؓ کو دھوکہ دیکر کربلا میں شہید کر دیا گیا اور سبائی اپنی سازش میں کامیاب ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ، سیدنا حسینؓ کی منت سماجت کرتے رہے کہ وہ کوفہ کا سفر نہ فرمائیں یہ دھوکہ ہے مگر سیدنا حسینؓ کوفیوں کے ان خطوط کی وجہ سے سازش اور دھوکہ میں آگئے جن میں خدا اور رسول ﷺ کے واسطے دیکر انہیں بلایا گیا تھا۔ سیدنا حسینؓ کا فیصلہ انکا اجتہاد تھا اور اس اجتہاد کا انہیں حق حاصل تھا۔ دوسری طرف دیگر تمام صحابہ کرامؓ کا فیصلہ بھی درست تھا۔ ہم کسی کو بھی غلط کہنے کا حق نہیں رکھتے۔ لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ حق و باطل کا معرکہ نہ تھا ورنہ سیدنا حسینؓ کے ساتھ نہ جانے والے اور انہیں کوفہ جانے سے روکنے والوں کو نعوذ باللہ باطل کہنا پڑے گا۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم اعتدال کی راہ پر ہیں اور صحابہ کرامؓ کی اتباع کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ سیدنا حسینؓ شہید مظلوم ہیں۔ انہیں جس بے دردی سے شہید کیا گیا وہ تاریخ کا سنگین ترین حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا حسینؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ان کی سچی پیروی نصیب فرمائے (آمین)

حضرت شاہ جی کے خطاب کے ساتھ ہی مجلس اختتام پزیر ہوئی اور نمازِ عصر کے بعد مؤمنینِ اہل سنت کی ضیافت کی گئی اور کھانا تقسیم کیا گیا۔

❁ مالاکنڈ میں تحریکِ نفاذِ شریعت کے بے گناہ کارکنوں پر گولیاں برسانے والے جنرل ڈائر اور اڈوائر کے جانشین ہیں۔ (سید عطاء المؤمن بخاری)

❁ مولانا صوفی محمد اور ان کے رفقاء کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔

❁ اور نفاذِ شریعت کا مطالبہ فوراً تسلیم کیا جائے۔

❁ تشدد کے ذریعے تحریک کو دبایا نہیں جاسکتا۔

❁ وزیر داخلہ کا بیان انتہائی شرمناک اور شر انگیز ہے۔

❁ تحریکِ نفاذِ شریعت کی حمایت میں ملتان، ربوہ، چیچا وطنی، بہاولنگر، تلہ گنگ،

❁ ڈیرہ اسمٰعیل خان، حاصل پور، بھکر اور مرید کے میں احتجاجی اجتماعات

❁ ملک کی تمام دینی جماعتیں تحریکِ نفاذِ شریعت کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی کر کے اپنا دینی فریضہ ادا کریں۔

گزشتہ دنوں تحریک نفاذ شریعت مالاکنڈ کے رہنما جناب صوفی محمد اور ان کے رفقاء کو پاکستان کی بے دین حکومت نے پھر گرفتار کر لیا۔ ان کے معصوم بچے اور باپردہ معزز خواتین بھی ریاستی تشدد سے نہ بچ سکے۔ مالاکنڈ میں یہ حادثہ تیسری مرتبہ ہو رہا ہے اور بے دین حکومت وہاں کے غیور مسلمانوں کے جائز مطالبہ ''نفاذِ شریعت'' کے جرم بے گناہی کی انہیں سزا دے رہی ہے۔ ۲۳ جون کے جمعہ کو مجلس احرار اسلام نے مختلف شہروں میں تحریک نفاذ شریعت کی حمایت میں جلسے کئے اور ان کے مبنی برحق مطالبہ کی مکمل تائید و حمایت کرتے ہوئے اپنی جماعت کی طرف سے تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔ اس سلسلے میں مسجد احرار، ربوہ میں مولانا محمد مغیرہ نے احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مالاکنڈ کے بے گناہ مسلمانوں پر تشدد کی پرزور مذمت کی۔ مسجد عثمانیہ چیچا وطنی میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور مولانا منظور احمد نے خطاب کرتے ہوئے تحریک نفاذ شریعت کے مطالبات کی مکمل حمایت کی۔ بہاولنگر میں حکیم عبدالغفور صاحب نے احتجاجی جلسہ میں تحریک کے کارکنوں پر ریاستی تشدد کی پرزور مذمت کی۔ تلہ گنگ میں جناب ملک محمد صدیق، محمد عمر فاروق اور ماسٹر غلام یسین صاحب نے تحریک کی حمایت میں احرار کارکنوں کا اجتماع منعقد کیا اور تحریک کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا، اسی طرح ڈیرہ اسمٰعیل خان میں جناب صلاح الدین کی قیادت میں احرار کارکنوں نے احتجاج کیا۔ حاصل پور میں جناب حاجی محمد اشرف صاحب نے احرار کارکنوں

کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے تحریک نفاذ شریعت کی حمایت اور حکومتی کارندوں کے تشدد کی مذمت کی۔ مرید کے میں حکیم محمد صدیق تارڑ صاحب نے احرار کارکنوں کا احتجاجی اجتماع منعقد کر کے تحریکِ نفاذِ شریعت کی حمایت کا اعلان کیا۔

بھکر میں مجلس احرار اسلام کے کارکنوں کے احتجاجی اجتماع سے جناب صوفی مشتاق احمد اور راؤ زاہد حسین زاہد نے خطاب کرتے ہوئے تحریکِ نفاذِ شریعت کی مکمل حمایت کی اور تحریک کے رہنماؤں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر سید عطاء المؤمن بخاری نے جامع مسجد معاویہ ملتان میں مالاکنڈ میں نہتے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ مالاکنڈ میں تحریک نفاذ شریعت کے بے گناہ مسلمان کارکنوں پر گولیاں برسانے والے جنرل ڈائر اور اڈوائر کے جانشین ہیں۔ موجودہ حکومت دینی شعائر و اقدار کی پامالی میں مصروف ہے۔ حکومت شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو کچلنے کے لئے ٹیکس نادہندگی کا بہانہ بنا رہی ہے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا کہ جس پر یوں ظالمانہ انداز میں گولیاں برسائی جاتیں۔ پچاس ساٹھ روپے ٹیکس کی خاطر ۱۳ مسلمانوں کو شہید کرنا قہرِ خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ یہ مسئلہ افہام و تفہیم اور مذاکرات کے ذریعے بخوبی حل کیا جا سکتا تھا۔ ملک میں کروڑوں اربوں روپے کا ٹیکس ادا نہ کرنے والے دندناتے پھر رہے ہیں۔ فنانس کمپنیوں، مہران بینک اور تاج کمپنی کی آڑ میں اربوں روپے ڈکار جانے والوں اور آئے دن ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری میں ملوث دہشت گردوں سے حکومت مذاکرات کرتی ہے۔ جبکہ وہ کسی رُو رعایت کے نہیں، بلکہ سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔

اس دوہری پالیسی سے حکومتی عزائم بالکل واضح ہیں کہ وہ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو کچلنا چاہتی ہے۔ اور یہ سب کچھ یہود و ہنود کے سرپرست امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حکومت کا دیوانگی کی حد تک چلا جانا ہے۔ حکومت کو تاریخ سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ جس تحریک کی انسانی خون سے آبیاری ہوئی ہے وہ ہمیشہ بار آور ہو کر رہی ہے۔ حکومت ڈائرانہ ظلم و سفاکی سے اس تحریک کو دبا نہیں

ان شاء اللہ تحریکِ نفاذِ شریعت، پورے ملک میں پھیل جائے گی۔

مجلس احرار اسلام تحریکِ نفاذ شریعت کے مطالبات کی مکمل حمایت کرتی ہے

سکتی۔ حکومت پر واضح ہو جانا چاہیئے کہ شریعت محمدیہ کے نفاذ کا مطالبہ اور اس کے لئے جان و مال سے جدوجہد کرنا توحید و ختم نبوت پر یقین رکھنے والے ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اور اس فریضے کی ادائیگی میں مسلمانوں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ تحریک پورے ملک میں پھیلے گی اور پورے ملک میں شریعت کا نفاذ ہو کر رہے گا۔

آپ نے فرمایا کہ وزیر داخلہ کا بیان انتہائی درجہ شرمناک، شرانگیز اور شیطانی ذہن کی عکاسی کرتا ہے جس میں انہوں نے شریعت کے مطالبہ کو شر کہا ہے۔

انہوں نے مالاکنڈ میں تحریک شریعت محمدیہ کے بے گناہ اور نہتے کارکنوں کو ظالمانہ انداز میں شہید کرنے اور صوفی محمد صاحب کی ان کے رفقاء سمیت گرفتاری پر شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ شہداء کے ورثا کو شرعی معاوضہ ادا کیا جائے۔ صوفی محمد صاحب اور ان کے تمام گرفتار شدہ ساتھیوں کو غیر مشروط طور پر فوراً رہا کیا جائے۔ تحریکِ نفاذ شریعت کے کارکنوں پر ظلم و تشدد کو فوراً بند کر کے ملک میں پھیلتے ہوئے اضطراب و اشتعال کا سدِ باب کیا جائے۔ صرف مالاکنڈ میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں شریعت محمدی کے نفاذ کا اعلان کیا جائے۔

دار بنی ہاشم ملتان میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ مجلس احرار اسلام مالاکنڈ میں ہونے والے ظلم و ستم پر شدید احتجاج کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی تمام دینی جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ مختلف اجتماعات کے ذریعے حکومت پر دباؤ ڈالیں اور تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی کے مبنی برحق مطالبات کی تائید کرتے ہوئے اپنا دینی فریضہ ادا کریں۔

علاوہ ازیں نماز جمعہ کے بعد دار بنی ہاشم میں احرار کارکنوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں حکومت کی طرف سے مالاکنڈ میں اپنے ہی عوام کی قتل و غارت گری پر شدید احتجاج کیا گیا۔

اجلاس میں معظم معاویہ قریشی حکیم محمد خدیفہ، حسین اختر لدھیانوی مہدی معاویہ، مفتی مجاہد الرحمن، حافظ محمد مغیرہ اور دیگر کارکنوں نے شرکت کی۔

جمہوریت کی تباہ کاریاں
اور اس سے نجات کا راستہ

مرتب : مہدی معاویہ — خطاب — قیمت /۱۰ روپے

ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ

احرار کارکنوں کے لئے خاص رعایت ۸۰۰ روپے سینکڑہ

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔

معظم معاویہ ملتان

موجودہ حالات، قرآن و سنت سے روگردانی کا نتیجہ ہیں۔

نوجوان اپنے عقائد، اعمال اور دینی اقدار کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں آئیں۔ (سید عطاء المؤمن بخاری)

مجلس احرار اسلام ملتان کی جانب سے ۲۵ تا ۲۹ جون شہر کے مختلف علاقوں میں دروس قرآن "موجودہ ملکی صورتحال اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری ذمہ داریاں" کے عنوان سے منعقد ہوئے مسجد معاویہؓ عثمان آباد، مسجد نور کوٹ تغلق شاہ، مسجد پیپلیل والی نزد ایم ڈی اے چوک، امیر معاویہ اکیڈمی بیرون دہلی گیٹ اور مسجد بلال، شاہ خرم کالونی میں ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ نے دروسِ قرآن کے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ ذیل میں ان کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"ہم اگر پاکستان کے موجودہ حالات کو بنظر غائر دیکھیں تو ہمارے سیاسی، سماجی، معاشرتی مسائل سب کے سب ایک ہی وجہ سے ہیں کہ آج ہم اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوئے، ایک خدا اور رسول پر یقین رکھتے ہوئے عملی زندگی میں قرآن و حدیث سے منہ موڑ چکے ہیں۔ ہم نے کتاب اللہ جو ایک کامل و اکمل نظام حیات اور دستور زندگی ہے کو چھوڑ کر اپنے آپ کو امریکہ و برطانیہ اور یورپ کے لادین یہودی اور نصرانی مفکرین کا بھکاری بنا رکھا ہے۔ ہم اپنے مسائل کا حل ان کے دیئے ہوئے افکار و نظریات میں ڈھونڈتے ہیں۔ آج ہمارا معاشرہ ایک تسلسل اور تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے۔ ہمیں سیاسی، اقتصادی، معاشی، معاشرتی... کسی بھی میدان میں استحکام نصیب نہیں۔ آج ہماری دینی جماعتیں اس لئے افتراق اور انتشار میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے عطاء کئے ہوئے نظریۂ انقلاب کو چھوڑ کر جمہوریت کو اپنا راستہ قرار دیا اور اس راستے پر مسلسل شکستوں کے باوجود دھوکہ کھا رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ کراچی کی بگڑتی ہوئی صورتحال ایک ناسور بن چکی ہے۔ وہاں کے شہریوں کا کوئی پرسان حال نہیں، مالاکنڈ ڈویژن میں کچھ اللہ کے بندوں نے شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کیا جس پر انہیں گولیوں اور توپوں سے بھونا جا رہا ہے۔

ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا کے ذریعے پوری قوم کے مرد و زن، خورد و کلاں کو بے حیا اور اخلاق باختہ بنایا جا رہا ہے۔ دینی شعائر کا استہزا عام ہے۔ دین والوں کو بنیاد پرست اور دہشت گرد کہہ کر ایک گالی کے طور پر متعارف کرایا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ہماری بھی ایک ذمہ داری ہے اور وہ یہ کہ محض اللہ کی رضا اور اس کے دین کی حفاظت کے لئے خود بھی کمربستہ ہوں اور دوسروں کو بھی اس عظیم اور بامقصد کام کے لئے تیار کریں۔

ہمارے لئے قرآن نشانِ راہ، حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال و اخلاق اور کردار مینارہ نور ہیں اس نور کی روشنی میں ہمیں اپنی راہ عمل کو دیکھنا ہوگا۔ اور اسی انداز اور فکر کے ساتھ آج کی بے یارو مددگار امت کے لئے میدان عمل میں اترنا ہوگا۔ مجلس احرار اسلام آپ کو اس کی دعوت دیتی ہے کہ آئیے اور اس جماعت کے پرچم تلے جمع ہو کر دینی انقلاب اور جہاد کی محنت کیجئے، موجودہ حالات میں ہر پاکستانی مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے عقائد، اعمال اور دینی اقدار کے تحفظ کے لئے میدانِ عمل میں آئے۔

بشارت علی صادق آباد

موجودہ حکومت امریکی مفادات کے لئے کام کر رہی ہے۔
چکوال کے قریب امریکی سیسمک سنٹر بند کیا جائے۔
تحریک آزادی کشمیر میں حکومت پاکستان کا کردار منافقانہ ہے۔
کراچی کا امن تباہ کرنے والی حکومت کو مستعفی ہو جانا چاہیئے۔
سیاست دان جمہوریت کا نعرہ اس لئے لگاتے ہیں کہ یہ نظام نفاذِ اسلام کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔

صادق آباد میں سید کفیل بخاری اور مولانا محمد مغیرہ کی پریس کانفرنس۔

مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی رہنما اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری اور مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا محمد مغیرہ ۲۱ مئی کو ضلع رحیم یار خاں کے تنظیمی دورہ پر تشریف لائے اور مختلف مقامات پر کارکنوں سے تنظیمی امور پر خطاب کیا۔ بستی مولویاں، قیصر چوہان اور رحیم یار خان شہر میں کارکنوں سے ملاقات کر کے انہیں جماعت کی تنظیم سازی کی طرف متوجہ کیا۔ قیصر چوہان میں جامع مسجد میں منعقدہ اجتماع میں دونوں رہنماؤں نے موجودہ حالات میں مجلس احرار اسلام کے کارکنوں کی ذمہ داریوں کے حوالے سے مفصل گفتگو کی۔

۲۳ مئی کو وہ صادق آباد تشریف لائے اور کارکنوں سے رابطہ و ملاقات کے بعد شام کو ایک مقامی ہوٹل میں پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔

جناب سید محمد کفیل بخاری نے اخباری نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور اس کے ایجنٹ سیاست دان پاکستان میں نفاذ اسلام کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ جمہوری نظام کی حمایت کرنے والے اسی لئے جمہوریت کا نعرہ لگاتے ہیں کہ اس کے ذریعے اسلام نافذ نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ قانون توہین رسالت کا جو حشر پاکستان کی بے دین حکومت نے کیا ہے اس سے حکومت کے عزائم کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ موجودہ حکومت اس قانون میں ترمیم کی آڑ میں دراصل قادیانیوں اور عیسائیوں کو فائدہ پہنچانا چاہتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ امریکہ تمام اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے دینی معاملات میں کھلی اور جارحانہ مداخلت کر کے اسلامی تحریکوں کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن امریکی کافروں اور مشرکوں کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ انہیں پاکستان میں بڑی مزاحمت کا سامنا کرنا ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کشمیر کے مسئلہ کو محض اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے استعمال کر رہی ہے ورنہ تحریک آزادیٔ کشمیر میں اس کا کردار منافقانہ ہے۔ موجودہ حکومت امریکی ایجنٹ ہے جس نے چکوال میں امریکیوں کو سیسمک سنٹر قائم کرنے کی اجازت دی جہاں پر بیٹھے ہوئے تمام لوگ امریکی ہیں اور وہ ہماری ایٹمی سرگرمیوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ کراچی میں ہونے والی قتل و غارت گری موجودہ حکومت کی نا اہلی کا بدترین ثبوت ہے۔ حکومت کو ایم کیو ایم سے مذاکرات کر کے کراچی کا امن بحال کرنا چاہیئے۔

جناب کفیل بخاری اور مولانا محمد مغیرہ اگلے روز ملتان روانہ ہوگئے۔

مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی

مہم تیز کیجئے۔

اور ماتحت شاخیں مقامی انتخابات جلد مکمل کر کے

مرکز کو ارسال کریں۔

(مرکزی ناظم نشر و اشاعت)

رشید احمد شیخ

غازی علم الدین شہید

غازی علم الدین شہید بازار سریانوالہ کے ایک محلہ جسے کڑہ چیتے والا کہتے تھے میں مورخہ 1908ء12-4 بروز جمعرات پیدا ہوئے۔

شجرے کے مطابق سلسلہ کچھ اس طرح ہے۔

علم الدین ولد طالع مند ولد عبدالرحیم ولد اللہ جوایا ولد فضل دین ولد عبداللہ ولد محمد عیسیٰ ولد بابالہنا۔

بابالہنادراصل سکھ تھے۔ ان کا نام لہناسنگھ تھا انہوں نے وان عمری ہی میں اسلام قبول کر لیاتھااور ان کا نام برخوردار ہا گیا۔ موضع بھڈانہ تحصیل و ضلع لاہور میں ان کا مزار ہے جہاں کے وہ رہنے والے تھے۔

غازی علم الدین شہید کے ایک بڑے بھائی تھے اور ایک بہن تھی۔ بھائی کا نام شیخ محمد دین تھااور والد ماجد کا نام میاں طالع مند تھا۔ مشترکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے حصول رزق حلال ایک مسئلہ تھااور پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بھی بہت ہی کم ہوا کرتی تھی۔

میاں طالع مند (والد غازی علم الدین شہید) نے اوائل عمر ہی میں کسب معاش کی خاطر بخاری کا پیشہ اختیار کر لیااور اتنے ماہر اور چابک دست فنکار بن گئے تھے کہ نظام دکن کی انتظامیہ نے دہلی میں عثمان علی خاں کی رہائش کے لئے جو بنگلہ بنوایا اس کا تمام چوبی کام انہی کے ہاتھوں ہوااور محنت صفائی ایمانداری اور لگن سے کام کرنے کے سلسلہ میں نظام نے انہیں سند حسن کارکردگی دی۔ غازی علم الدین نے ابتدائی تعلیم محلہ کی مسجد میں امام مسجد سے حاصل کی۔ بعد ازاں انہیں بازار نوہریاں کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا گیامگر چونکہ طبیعت تعلیم کی طرف مائل نہ تھی۔ انہوں نے وہاں رغبت سے نہ پڑھااور مختصر سی ہی تعلیم حاصل کر پائے۔ بڑے بھائی شیخ محمد دین نے بھی کوئی تعلیمی نصاب نہ تو مکمل کیا تھا تاہم وہ اتنا پڑھ چکے تھے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی سوسائٹی میں بیٹھنااور سیاسی و دینی مسائل پر گفتگو کرنا اور سننا پسند کرتے تھے۔ انہوں نے ریلوے ورکشاپ لاہور میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ جہاں وہ سپیشل پسنجرو ینگز کا فرنیچر بنایا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ کام مارچ یا یکم اپریل 29ء کی شام کا ذکر ہے کہ غازی صاحب اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ دہلی دروازہ کے باغ میں جلسہ سننے گئے۔ سید عطاءاللہ شاہ بخاری مقرر تھے۔ تمام رات تقریر ہوتی رہی۔ صبح کی اذان کے وقت جلسہ ختم ہوا۔ موضوع کتاب رنگیلا رسول ہی تھا۔ غازی صاحب نے اپنے بڑے بھائی صاحب سے اس کتاب کے مندرجات کے متعلق اور پہلے دو افراد جنہوں نے راج پال ناشر کتاب رنگیلا رسول کو قتل کرنے کی سعی کی تھی استفسار کیا۔ تفصیل سننے کے بعد کچھ خاموش رہنے لگے۔ 29-4-5 کو دوبارہ اپنے بھائی سے اسی موضوع پر گفتگو کی۔ بھائی نے بتایا کہ "سوامی دیانند کا ایک شاگرد مہاشہ کرشن ہے جو روزنامہ پرتاپ کا مدیر ہے اس نے یہ کتاب لکھی ہے جس میں رسول پاک رسالت مآب پر فحش الزامات تراشے ہیں مگر ڈرپوک اتنا ہے کہ مسلمانوں کے غم و غصہ سے بچنے کے لئے پنڈت چمپاوتی کا فرضی نام بطور مصنف لکھ دیا ہے مگر جس شخص نے یہ کتاب چھپوائی ہے اس نے پورا نام اور پتہ کتاب پر درج کر دیا ہوا ہے" غازی علم الدین شہید نے بڑے بھائی سے دوبارہ دکان کا پتہ جہاں راج پال بیٹھتا تھا سمجھنے کی کوشش کی۔

گھر والے غازی علم الدین شہید کی خاموشی سے سمجھ نہ پائے۔ 29-4-6 کو غازی علم الدین شہید قریباً ایک بجے دوپہر راجپال کی دکان پر پہنچ گیا۔ راجپال کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ چونکہ راجپال خود ہی گدی پر بیٹھا ہوا تھا اس نے جواباً کہا کہ وہ خود ہی راجپال ہے مگر پھر فوراً ہی سہم گیا اور پوچھنے لگا کہ کیا کام اس سے 'غازی علم الدین نے اسی وقت راجپال پر چھری کا ایک بھرپور وار کیا اور یہ کہتے ہوئے کہ بس یہی کام تھا راجپال کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔ شور مچ گیا کہ راجپال قتل

اپنے والد صاحب ہی سے سیکھا۔ غازی علم الدین کی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی دینی مصروف و معروف زندگی نہیں کہی جا سکتی بہرحال انہوں نے بھی نجاری کا پیشہ اپنے والد بزرگوار ہی سے سیکھا اور فرنیچر وغیرہ بنانے کا کام اپنے بڑے بھائی سے سیکھا۔ مختلف پرائیوٹ ورکشاپس میں کام کرتے رہے مگر اکثر دینی معاملات میں مذہب اسلام کی تائید و حمایت میں الجھ پڑتے تھے اور مختلف جگہوں سے ملازمت چھوڑنے کی وجہ بھی یہی ہوتی تھی۔ اپنے والد اور بھائی کے ساتھ کام کر کے مہارت حاصل کر لی تھی لہٰذا اپنے والد صاحب کے ساتھ یکم جنوری 28ء کو کوہاٹ چلے گئے جہاں بنوں بازار میں فرنیچر کا کام کرتے رہے۔ قریباً ایک برس بنوں میں کام کرنے کے بعد اپنے والد صاحب ہی کے ساتھ مارچ 29ء میں لاہور میں آئے۔ ان دنوں میں جبکہ وہ یہاں قیام کر رہے تھے۔ ان کی سگائی رشتے کے ایک ماموں کی بیٹی سے کر دی گئی۔ وہ فرنیچر بنانے کے سلسلہ میں اتنی سمجھ بوجھ حاصل کر چکے تھے کہ انہوں نے لاہور کی نسبت کوہاٹ میں کام کاج چلانے کو زیادہ ذریعہ آمدن قرار دیا اور والد صاحب کے ساتھ واپس کوہاٹ جانے کی تیاری کرنے لگے مگر قدرت نے ان سے کچھ اور ہی کام کروانے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

ان ہی ایام میں "رنگیلا رسول" کتاب کے سلسلہ میں جلسوں جلوسوں اور اخبارات میں لے دے ہو رہی تھی۔ غازی صاحب کے بڑے بھائی شیخ محمد دین صاحب مجلس احرار کے منعقدہ جلسوں میں ضرور جاتے تھے اور خلافت موومنٹ کی کارکردگی کو بھی بہت سراہا کرتے تھے۔ غالباً یہ 31 مارچ 29ء ہو گیا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں پولیس پہنچ گئی اور غازی علم الدین کو حراست میں لے لیا گیا۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لوئس صاحب کی عدالت میں چالان پیش کیا گیا۔ انہوں نے 10-4-29 کو مقدمہ سیشن جج کی عدالت میں بھیج دیا۔ مسٹر سلیم ایڈووکیٹ نے وکالت کی اور معقول طریقے سے دلائل پیش کیے۔ مسٹر ٹیپ سیشن جج تھا۔ اس نے 22-5-29 کو موت کا حکم سنا دیا۔ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ محمد علی جناح صاحب جسٹس براڈن اور جسٹس جانسنن کی ڈویژن بینچ کے سامنے پیش ہوئے مگر اپیل خارج ہو گئی۔ حالانکہ قابل فہم اور مبنی بہ حقیقت دلائل پیش کیے گئے تھے۔ پریوی کونسل میں اپیل کر دی گئی مگر 15-X-29 کو وہاں سے بھی اپیل خارج کر دی گئی اور یوں سزائے موت بحال رہی۔ مسٹر سلیم ایڈووکیٹ، میاں عبدالعزیز، ایڈووکیٹ ڈاکٹر تصدق حسین خالد، ڈاکٹر محمد عالم، احمد دین ایڈووکیٹ اور سب سے بڑھ کر جناح صاحب نے نہایت تن دہی سے مقدمہ لڑا مگر نتیجہ وہی نکلا جو غازی علم الدین شہید کی خواہش مبنی بہ حقیقت تھی۔

ہندو مسلم فساد کے ڈر سے غازی علم الدین شہید کو پریوی کونسل کے فیصلہ سے پہلے ہی 3-X-29 کو ساڑھے نو بجے رات بذریعہ بس لاہور سنٹرل جیل سے گوجرانوالہ لے جایا گیا۔ وہاں سے بذریعہ ٹرین رات ایک بجے کے قریب میانوالی بھیج دیا گیا۔ ٹرین جمعہ کے روز دو بجے کے بعد میانوالی پہنچی۔ پولیس کی بہت سی نفری ساتھ تھی۔ اسی روز غازی کو میانوالی جیل میں قاتلوں والی کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ پریوی کونسل سے اپیل خارج ہو جانے کے بعد جب بلیک وارنٹ جاری ہو گیا تو آخری ملاقات کیلئے گھر والوں کو اطلاع دی گئی۔ سبھی عزیزو اقربا میانوالی روانہ ہو گئے۔

31-X-29 کو صبح نماز فجر کے فوراً بعد غازی علم الدین شہید کو تختہ دار پر کھینچ کر واصل بالحق کیا گیا۔ غازی نے وصیت کی تھی کہ انہیں میانی صاحب لاہور میں دفن کیا جائے مگر فرنگیوں کا خیال تھا کہ اگر وصیت کے مطابق میت لاہور بھیجی گئی تو میانوالی سے لیکر لاہور تک کے تمام گاؤں کے مسلمان لاہور پہنچ جائیں گے اور ہندو مسلم فساد ہو جائے گا۔ جس کا روکنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ یہ رپورٹ ملنے پر اس وقت کے گورنر پنجاب سر جیفری مونٹ مورنسی نے ہدایت جاری کر دی کہ علم الدین کی میت کو میانوالی جیل میں قیدیوں کے قبرستان میں دبا دیا جائے اور ایسا ہی ہوا۔

غازی علم الدین شہید کی موت کو مسلمان قوم کا ہر فرد شہادت عظمیٰ سمجھتا تھا۔ ہندو اسے راجپال کے قتل کا بدلہ سمجھتے تھے اور فرنگی حاکم اسے سیاسی مسئلہ بنائے بیٹھے تھے۔ غازی علم الدین شہید کی تدفین کی خبر جونہی لواحقین نے لاہور والوں کو دی تو مسلمانوں نے غازی کی میت کو بہ صد احترام لاہور لائے جانے کا مطالبہ شروع کر دیا۔

31-X-29 اور 1-11-29 کی رات کو موچی دروازہ کے باغ میں مسلمانوں کا ایک بہت ہی بڑا جلسہ ہوا جس میں مجلس خلافت والے ڈاکٹر سلطان محمد، مولانا ظفر علی خان،

مولانا محمد بخش مسلم اور دیگر اکابرین نے دھواں دھار تقاریر کیں اور قرارداد پاس ہوئی کہ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ غازی علم الدین شہید کی میت بلا تاخیر مسلمانوں کے حوالے کر دے تاکہ شہید کی وصیت کے مطابق اسے میانی صاحب لاہور میں دفن کیا جا سکے۔

مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرنے کیلئے سر میاں محمد شفیع کی کوٹھی میں 29-11-3 کو مسلم لیگ کا ایک نہایت ہی اہم اور ہنگامی جلسہ ہوا۔ مولوی غلام محی الدین قصوری نے عوامی مطالبہ کو اکابرین مسلم لیگ تک پہنچایا جنہوں نے اسے متفقہ طور پر تسلیم کر لیا۔ لہٰذا اگلے ہی دن یعنی 29-11-4 کو سر میاں محمد شفیع، سر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، سر فضل حسین، میاں عبدالعزیز خلیفہ شجاع الدین اور مولوی غلام محی الدین قصوری پر مشتمل وفد گورنر پنجاب سر ڈی مونٹ مرنسی کو ملا اور

حسن مجسٹریٹ نے گڑھا کھود کر باہر نکلوالیا۔ گیلانی صاحب نے میت لاہور لانے کیلئے اہتمام سے ایک بکس بنوایا تھا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے میت کو بکس میں رکھا۔ قریباً دو ہفتے میت گڑھے میں رہنے کے باوجود بالکل صحیح حالت میں تھی اور اس میں تعفن نام کو بھی نہیں تھی۔ میت کو جب بصد احترام و اہتمام بکس میں بند کر لیا گیا تو ڈپٹی سی میانوالی نے ایک سرکاری بس میں اس بکس کو ریلوے سٹیشن پر پہنچا دیا۔ اسی بس میں مراتب علی شاہ صاحب، مرزا مہدی حسن صاحب مجسٹریٹ، راجہ مہدی زمان صاحب ڈی سی اور وفد کے ارکان ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ پلیٹ فارم پر پروگرام کے مطابق پہلے ہی سے تین ڈبوں پر مشتمل ایک سپیشل ٹرین کھڑی تھی۔ اس کے ایک ڈبے میں پولیس کی بھاری تعداد موجود تھی۔ دوسرے ڈبے میں میت والا بکس، وفد کے ارکان اور قائدین وفد تھے اور تیسرے ڈبے میں غازی علم الدین شہید کے چند نہایت قریبی رشتہ دار جو شہادت کے دن سے لیکر اس دن تک میت نہ ملنے کی وجہ سے میانوالی ہی میں تھے جن کی میزبانی نیازیوں کے مشہور خاندان کے افراد نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی سوار ہوئے۔

29-11-13 کو قریباً ساڑھے چار بجے شام یہ ٹرین میانوالی سے روانہ ہوئی۔ حکومت نے مصلحتاً اس گاڑی کو راستے میں کہیں نہ ٹھہرایا لیکن اس کے باوجود قریباً ہر سٹیشن پر لائن کے دونوں طرف لوگ جوق در جوق آئے اور

شہید کی میت والی چلتی ٹرین ہی کو دیکھ کر نعرے لگاتے رہے۔ کہیں بھی کسی فساد یا ہنگامے کی اطلاع نہیں ملی۔ 29-11-14 کو صبح سویرے پانچ بجے کے قریب یہ گاڑی لاہور سٹیشن کی بجائے لاہور چھاؤنی کے سٹیشن سے ذرا پہلے نہر کے پل کے قریب روک لی گئی۔ یہ جگہ سنٹرل جیل سے قریب ترین تھی اور محفوظ بھی۔ (شادمان کالونی اس جگہ اب بن چکی ہے) یہاں جیل کی دو لاریاں پہلے ہی سے کھڑی تھیں۔ ایک میں پولیس کی بھاری تعداد بیٹھی تھی اور دوسری خالی تھی۔ ریل گاڑی سے میت والا بکس اتار کر خالی لاری میں رکھ لیا گیا اور اس کے ساتھ وفد اور اس کے دیگر ممبر اور غازی علم الدین شہید کے قریبی رشتہ دار جو میانوالی سے ساتھ آئے تھے بیٹھ گئے۔ جیل حکام نے میت والا بکس اپنے قبضہ میں لے لیا اور قریباً ساڑھے چھ بجے صبح دونوں لاریاں پونچھ ہاؤس پہنچ گئیں۔

اس جگہ سر میاں محمد شفیع، سر ڈاکٹر محمد اقبال، سر فضل حسین، مولانا غلام محی الدین قصوری، چند مسلمان میونسپل کمشنرز اور چند عالم حضرات پہلے ہی سے منتظر تھے۔ انہیں آدھ گھنٹہ پہلے اطلاع دی گئی تھی کہ میت کس وقت اور کس جگہ ان کے حوالے کی جائے گی۔ جیل حکام نے سر میاں محمد شفیع اور سر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے حوالے میت والا بکس کر دیا اور ان سے باقاعدہ تحریر لے لی کہ انہیں غازی علم الدین شہید کی میت وصول ہو گئی ہے۔ چند ایک مسلمان میونسپل کمشنروں اپنا مطالبہ پیش کیا۔

لمبی چوڑی بحث کے بعد گورنر نے کہا کہ اگر مسلمان احتجاجی جلسے کرنے، جذباتی جلوس نکالنے اور ہڑتالیں کرنی بند کر دیں مسلمان اخبارات بڑھ چڑھ کر اداریے اور خبریں بہ سلسلہ شہادت غازی علم الدین لکھنا یکدم بند کر دیں، میت کو براستہ جرنیلی سڑک (ازاں میانوالی تا لاہور) لانے کا مطالبہ نہ کریں اور میت وصول کرنے کے بعد اسے لاہور شہر کے اندر سے نہ گزارنے کا وعدہ کریں اور معززین ضمانت دیں تو پھر اس مطالبہ پر غور ہو سکتا ہے۔ 29-11-7 کو دوبارہ ملنے کا فیصلہ ہوا۔

29-11-6 اور 29-11-7 کی درمیانی شب کو معززین شہر کا ایک جلسہ میاں عبدالعزیز مالواڈہ کی کوٹھی کے ایک بند کمرہ میں ہوا۔ تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد جوابات گورنر سے کرنے کا فیصلہ ہوا اسے پیش کرنے کیلئے وفد جو پہلے

گورنر کو مل چکا تھا کے حوالے کر دیا گیا۔ 29-11-7 کی شب وفد دوبارہ گورنر سے ملا اور فیصلہ ہوا کہ مراتب علی شاہ گیلانی اور مرزا مہدی حسن مجسٹریٹ کی قیادت میں دو ذمہ دار مسلمان میونسپل کمشنر اور دیگر اکابرین کا ایک وفد میانوالی جائے جو اپنی موجودگی میں قبر کھدوا کر میت نکال لیں اور بذریعہ ٹرین لاہور لے آئیں۔ امن وامان قائم رکھنا بھی انہی لوگوں کی ذمہ داری ٹھہری۔

گورنر پنجاب کے ساتھ طے شدہ شرائط کے مطابق مولانا ظفر علی خان' مولانا سید حبیب' مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک نے دریں اثنا اخبارات کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کرلی۔ جلسے کرنے اور جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی گئی۔ عالم حضرات نے بھی زبان بند کرلی اور اپنے خطبوں میں غازی کے متعلق باتیں کرنے سے گریز کیا۔ سر میاں محمد شفیع' سر ڈاکٹر محمد اقبال' سر فضل حسین اور مولوی غلام محی الدین قصوری نے میت کے لاہور پہنچ جانے کے بعد کے انتظامات سنبھال لئے۔

مسلمانوں کا وفد مراتب علی شاہ گیلانی اور مرزا مہدی حسن مجسٹریٹ کی قیادت میں میانوالی پہنچا۔ وفد کے ارکان میں چیدہ چیدہ اصحاب تھے۔ میانوالی کے ڈپٹی کمشنر کا نام راجہ مہدی زمان خان تھا اور وہ نیک آدمی تھے۔ 29-11-13 کو صبح سویرے شہید کی میت کو مراتب علی شاہ گیلانی اور مرزا مہدی نے بھی رسید پر دستخط کئے۔

میت والے بکس کیلئے چارپائی ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر پرنسپل اسلامیہ کالج انجمن حمایت اسلام لاہور نے عقیدتاً پیش کی تھی جس کے ساتھ بہت لمبے لمبے بانس بندھے ہوئے تھے' تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دے سکیں۔ میت اس طریقے سے جنازہ پڑھنے والی جگہ پر لے جائی گئی لوگوں کا ایک سیلاب تھا جو کندھا دینا چاہتے تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے کندھا دیا بھی مگر چند اصحاب نے اپنی پگڑیاں کھول کر بانسوں کے ساتھ باندھ دیں تاکہ لوگ انہیں ہی ہاتھ لگا کر کندھا دینے والی صورت پیدا کرلیں۔ تحقیقی اندازے کے مطابق پانچ لاکھ آدمیوں نے جنازہ پڑھا جن میں دور دراز کے علاقوں کے لوگ بھی تھے۔ جس جگہ جنازہ پڑھا گیا اسے رائفل رینج کہا جاتا تھا۔

میت والا بکس

جب رائفل رینج والے میدان میں پہنچا دیا گیا تو سید حبیب سے علامہ اقبال نے پوچھا کہ جنازہ کون پڑھائے۔ انہوں نے جواباً کہا کہ شہید کے والد میاں طالعمند سے پوچھئے۔ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں یہ حق علامہ صاحب ہی کو دیتا ہوں۔ علامہ اقبال نے سید حبیب سے مشورہ کر کے مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب کا نام لیا' مگر وہ اس وقت تک جنازے والی جگہ پر پہنچ نہیں پائے تھے۔ لہٰذا پھر بچار ہوئی کہ کیا کیا جائے۔ دیر ہو رہی تھی۔ لہٰذا متفقہ طور پر قاری شمس الدین خطیب مسجد وزیر خان کا نام تجویز ہوا۔ اس طرح پہلا جنازہ انہوں نے ہی نے پڑھایا۔ اسی اثنا میں سید دیدار علی شاہ صاحب مولانا احمد شاہ صاحب کے ساتھ تشریف لا چکے تھے۔ یوں دوسرا جنازہ مولانا دیدار علی شاہ صاحب نے اور تیسرا جنازہ مولانا احمد شاہ صاحب نے پڑھایا۔ اس کے بعد کس کس نے جنازہ پڑھایا اس کا صحیح علم ہے نہ اندازہ کیونکہ لاکھوں فرزندان توحید جو جنازہ پڑھ چکے تھے۔ واپس جا رہے تھے اور لاکھوں لوگ ابھی آرہے تھے جو نماز جنازہ پڑھنا چاہتے تھے۔

قبر میں اتارنے سے پہلے لحد کی لمبائی چوڑائی بکس کے حساب سے دیکھنے کیلئے مولانا ظفر علی نیچے اترے اور پھر شہید کے والد' بھائی' تایا' ماموں' خالو' مولانا احمد علی' مولانا عطا اللہ شاہ بخاری' مولانا حبیب الرحمان لودھیانوی' مولانا غلام مرشد' مولانا محمد بخش مسلم۔

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

سبائی فتنہ

(حصہ اول)

قیمت 150 روپے

اہل سنت کے روپ میں رفض و سبائیت پھیلانے والے طبقہ کے خیالات کا علمی و تحقیقی محاسبہ

ایسی کتاب جس نے بعض نام نہاد تقدس مابوں کی حجلہ عروسی میں زلزلہ بپا کر دیا

بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

ڈاکٹر عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی

"کیا بات ہے آج آپ کچھ غیر معمولی خوش نظر آرہے ہیں۔ کوئی بڑے عالم تشریف لائے ہیں یا کوئی جماعت آئی ہے۔"

صبح کے وقت بیوی نے میاں سے پوچھا۔ نہیں کوئی عالم تشریف نہیں لائے۔ آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ طبیعت اب تک باغ باغ ہے۔ مجھے میرا مکان دکھایا گیا کہ جس میں سونے چاندی کی اینٹیں لگی ہوئی ہیں اور میں اندر داخل ہو جاتا ہوں۔ ایک پر کشش الماری میں خوبصورت برتن لگے ہوئے ہیں کہ کبھی دیکھے نہ سنے۔ میں نے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آواز آئی...."ابھی وقت نہیں آیا۔"

اس واقعہ کے تین سال بعد ۳۰ مئی ۱۹۹۵ء بروز منگل صبح تقریباً آٹھ بجے یہ خواب دیکھنے والے بزرگ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کا نام ڈاکٹر عبدالرحیم ہے۔ شکر گڑھ کے ایک ممتاز عالمِ دین، تبلیغ کے مقصد کے لئے اللہ کی راہ میں نکلی ہوئی ایک شخصیت کہ جس کی موت اور جنازے پر ایک زمانے کو رشک آیا۔ وہ گھر سے دس دن کے لئے تبلیغی مرکز رائے ونڈ آئے تھے مگر چوتھے دن جسم کے دائیں جانب فالج کا حملہ ہوا اور گر پڑے۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد انہیں ایمبولینس پر لاہور میو ہسپتال لایا گیا۔ علاج معالجے کی پوری کوشش کی گئی۔ مگر موت کا وقت آچکا تھا وہ ہم سے روٹھ کر بہت دور جا چکے تھے.....اور

جاتے ہوئے چہرے تو دیکھے ان غم دیدہ آنکھوں نے
آج تلک پیغام نہ آیا روٹھ کے جانے والوں کا

مرحوم کے بڑے بھائی محترم محمد شیث کا کہنا ہے کہ جب جنازہ لے کر ہم قبرستان کی طرف جا رہے تھے میں نے دیکھا کہ بازار میں بنک کے پاس کاروں کی ایک قطار ہے پوچھا کیا بات ہے کوئی بنک انکوائری ہے بتایا گیا کہ نہیں۔ تبلیغی مرکز رائے ونڈ، لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور نارووال کے عالم حضرات جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ شکر گڑھ سے بھی تقریباً ہر مکتب فکر کے علماء، وکیل، دانشور، اساتذہ، تاجر، عام لوگ جنازے میں شامل تھے۔ جنازے سے پہلے بزرگ علماء نے مرحوم کے بڑے بیٹے محمد عمران کی جانشینی کے طور پر دستار بندی کی۔ مرحوم کے تین بیٹے ہیں اور تینوں حافظِ قرآن ہیں اور باپ کا کوئی عطیہ اپنے بیٹے کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے۔ نمازِ جنازہ مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ کے مفتی مولانا محمد عیسیٰ خان نے پڑھائی۔ کچھ عزیز رشتہ دار دور سے آنے کی وجہ سے دیر سے پہنچے اور چہرہ دیکھنے کے لئے اصرار کرنے لگے۔ علماء سے پوچھ کر چہرے پر سے کفن ہٹایا گیا۔ مرحوم کے بھائی کا

بیان ہے کہ مرحوم کا چہرہ مطمئن، مسکراتا ہوا سندوری سا ہو چکا تھا۔ اِن کی عمر ساٹھ سال تھی، مگر ایسے لگتا تھا جیسے ۲۵ سال کا عبدالرحیم میرے سامنے ہو۔ میں نے ایک عالم سے اس کا سبب پوچھا۔ بتایا گیا کہ نیک آدمی کو جنازے کے بعد اس کا مقام دکھادیا جاتا ہے۔ جنت میں اس کی خوبصورت رہائش گاہ کے دروازے پر اس کے نیک عزیز رشتہ دار جو اس سے پہلے مرچکے ہوتے ہیں اس کے استقبال کے لئے کھڑے انسے دکھائے جاتے ہیں تو انھیں دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے۔ ماضی قریب کا ایک واقعہ سوانحی تذکروں میں موجود ہے کہ سیرت طیبہ کی معروف کتاب "النبی الخاتم" کے مصنف مولانا سید مناظر احسن گیلانی کو جنازے کے بعد جب دیکھا گیا تو ان کے بڑھاپے والے سفید بال سیاہ ہوچکے تھے، جسم بھرا ہوا تھا اور وہ جوان دکھائی دے رہے تھے۔ حدیث کے اس مفہوم کے مطابق کہ جنت میں جوان ہوں گے کوئی بوڑھا یا بچہ نظر نہیں آئے گا۔"

مرحوم مولوی عبدالرحیم شکر گڑھ کی ایک غیر متنازعہ شخصیت تھے۔ متحمل مزاج، اور دھیمے لہجے میں بات کرنے والے تھے، رشتے دار تو رشتے دار، علاقہ کے تمام طبقات میں انکا یکساں احترام تھا۔ ہر شخص کہہ رہا تھا کہ ان کی وفات سے شکر گڑھ میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے کہ پُر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

انتظامیہ کے ایک اعلیٰ افسر کو جنازے کے دوسرے دن پتہ چلا کہا افسوس! میں جنازے میں شامل نہ ہوسکا میرا یقین ہے ایسے نیک آدمی کے جنازے میں شرکت سے گناہ معاف نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان میں کمی ضرور کر دیتا۔

مرحوم اپنے نام کے ساتھ ایک عرصہ "صدیقی" تحریر کرتے رہے۔ مگر وہ صدیقی نہیں تھے یہ بات انہوں نے میری موجودگی میں ملتان میں محترم سید عطاء المحسن بخاری سے کہی۔ جب شاہ جی نے ان کے نام کے ساتھ صدیقی کہہ کر کسی سے ان کا تعارف کرانا چاہا۔ تو انہوں نے فوراً کہا شاہ جی! میں نے تحقیق کی ہے اور جب سے مجھے پتہ چلا ہے کہ ہم صدیقی نہیں ہیں میں نے صدیقی لکھنا اور کہلانا چھوڑ دیا ہے۔ ایک دفعہ گھر میں بڑے بیٹے کی شادی کی بات چل رہی تھی۔ گھر والوں نے کہا فلاں جگہ بہتر رہے گی، مرحوم نے کہا فلاں جگہ۔ تکرار بڑھی تو مرحوم کہنے لگے جہاں میں کہتا ہوں۔ شادی وہیں ہو گی۔ چند روز بعد بیوی سے کہنے لگے میں غلطی پر تھا میں نے سوچا کہ ہر معاملہ تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے میں کون ہوتا ہوں کہنے والا کہ جہاں میں چاہتا ہوں بچے کی شادی وہیں ہو گی۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ شادی سب کے مشورے سے ہو گی کیونکہ مشورے میں اللہ کی رضا شامل ہوتی ہے۔ آپ ایک سچے مسلمان تھے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے بے پناہ محبت تھی اور ختم نبوت کے مشن سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا۔ ایک عرصہ مجلس تحفظ ختم نبوت سے منسلک رہے۔ چوک بخاری شکر گڑھ میں دین کی ترویج و اشاعت کے لئے مدرسہ قائم کیا۔

خاندان میں واحد شخصیت تھے جو چھوٹے بڑے کی تمیز کئے بغیر ہر ایک کو نماز کی تاکید کرتے جب بھی ملتے نماز کا ضرور پوچھتے۔ ایک دفعہ گھر میں رشتہ دار آئے ہوئے تھے صبح سب کو نماز کے لئے جگایا ایک

کمرے کا دروازہ بند تھا پوچھا اس میں کون ہے؟ بتایا گیا کہ مہمان ہیں، کہا۔ مہمانوں کو نماز کے لئے بیدار کرنا تو صاحب خانہ پر واجب ہے اور انہیں جگا کر اپنے ساتھ مسجد لے گئے۔ ایک دفعہ عشاء کی نماز پڑھ کر آئے دیکھا بڑے بھائی کے گھر میں خاندان کے جوان ٹی وی پر جمع ہیں۔ غصہ آیا کہ ٹی وی کی وجہ سے یہ لوگ نماز پڑھنے نہیں گئے کرسی اٹھا کر ٹی وی پر دے ماری اور سب نے بھاگ کر جان بچائی۔ کہ

باتوں سے بھی بدلی ہے کسی قوم کی تقدیر
جگنو کی چمک سے کہیں جاتے ہیں اندھیرے
اب قلم کے نغموں سے ابھرتی ہیں شعاعیں
ہوتے تھے کبھی وقت نمازوں میں سویرے

مرحوم کو راقم کے ساتھ قلبی محبت وانس تھا۔ کئی مواقع پر انہوں نے میری رہنمائی کی اور میں نے اُن سے بہت کچھ سیکھا۔ ۱۹۶۹ء میں راقم کے ایک خط کا جواب انہوں نے لکھا اسے پڑھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ موصوف کتنے ذاکر و شاغل آدمی تھے، لکھتے ہیں۔

بسم اللہ

عزیزم حبیب الرحمن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج گرامی!

کافی دنوں سے آپ کا خط محفوظ تھا بعض مصروفیات کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہو گئی ہے۔ آج والد(۱) صاحب دامت برکاتہم سے رابطہ پیدا کر کے جواب لکھ رہا ہوں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۱/۱۱ مرتبہ درود شریف ابتدا اور آخر میں پڑھیں اور درمیان ایک سو مرتبہ قل شریف پڑھنا ہے۔ قل شریف پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ قل ھو اللہ احد، اللہ الصمد، اللہ الصمد، اللہ الصمد ایک سو مرتبہ پڑھ کر پھر لم یلد ولم یولد آخر تک پڑھیں اس طرح یہ ایک دفعہ قل شریف ہوا اسی طرح سو مرتبہ قل شریف یومیہ پڑھنا ہے یعنی ایک تسبیح روزانہ، زوال کا وقت نکال کر جونسا مناسب وقت ملے پڑھ لیا کریں۔ پڑھنے سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوں گے۔

۱۔ اطمینان قلب، ۲۔ دنیا سے بے نیازی، ۳۔ خودداری

والسلام عبد الرحیم، شکر گڑھ

۲۷.۵.۶۹

(۱) مولانا عبد المجید پٹھان کوٹی رحمہ اللہ فاضل دیوبند۔

میرے نزدیک انکا وجود خاندان کے لئے باعث رحمت تھا۔ وہ ایک ہر دلعزیز شخصیت، ایک روشن درخشندہ ستارہ تھا۔ جو پٹھانکوٹ کے ایک متوسط گھرانے کے افق پر آج سے ساٹھ سال پہلے طلوع ہوا۔ صاف

ستھری زندگی بسر کی اور دین کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے مسکینی کی حالت میں عید گاہ شکر گڑھ کے قبرستان میں ۳۰ مئی ۱۹۹۵ء کی رات دس بجے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور صبح دم تازہ قبر پر رات کے پڑے ہوئے گلاب کے پھولوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے فریاد کی کہ ہمیں ہماری شبنم سے ملا دیں۔ انھیں کیا خبر تھی کہ آسمان اپنے ستارے بھی کھو چکا ہے کہ

یہ نہ شبنم ہے نہ بھٹکے ہوئے تاروں کا ہجوم
رات کی لاش پہ ٹپکے ہیں سحر کے آنسو!

دعاء صحت

جانشین امیر شریعت کی شدید علالت

حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری دامت برکاتہم شدید علیل ہیں۔ اور گھر پر زیر علاج ہیں احباب ان کی صحت یابی کے لئے خاص طور پر دعاء کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالی انہیں صحت و سلامتی عطاء فرمائے اور ان کا سایہ ہم پر قائم رکھے (آمین)

قادیانیوں کے یہودیوں سے روابط اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں!
ایک تحقیقی کتاب۔ جس کے کسی حوالہ کو کوئی مرزائی آج تک رد نہیں کر سکا۔

ابو مذثرہ

قادیان سے اسرائیل تک

قیمت =/60روپے

بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمتہ اللہ علیہ لکھنؤ میں مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے۔ مجذوب و عاشق سرمست تھے۔ اپنے مرشد و مربی مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ سلوک و طریقت کے سفر کو عشقیہ انداز میں بیان کرتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور اسی جذبہ لطیف کو شعروں میں بھی ایسے لب و لہجہ میں کہتے کہ شاید و باید۔ لوگوں نے اس لب و لہجہ کو عامیانہ کہا لیکن تھوڑے سے غور و فکر سے یہ الزام کافور ہو جاتا ہے۔ اس دوز میں شعراءِ عشق مجاز کا انداز، لب لہجہ اور سخن گوئی کا کمال یہی تھا اور خواجہ صاحب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس لب و لہجہ کو عشق حقیقی پر منطبق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

راہِ الفت میں یہ واضح تجھے اے دل ہو جائے
یہ وہ رستہ نہیں جسمیں کہیں منزل ہو جائے

دیکھئیے مجذوب صاحب کا آہنگ، زبان اور اسلوب اس دور کی روایت کے عین مطابق ہے۔ آپ نے شریعت و طریقت کی منزل کی کٹھنائیوں کو جمالیاتی ملبوس عطا کیا ہے۔ اردو شاعری میں مجذوب صاحب اس میدان میں اکیلے ہی نظر آتے ہیں۔ شعراء کو اس وادی میں اترنا چاہیئے اور جذبہ و محبت، معرفت نفس کے حسن و جمال اور اس حسن و جمال سے وارفتگی اور عشق و سوداء کو شاعرانہ گنگناتے لفظوں، مہکتے حرفوں اور خوشبو پھیلاتے آہنگ سے مرصع ہو کر اترنا چاہیئے۔ شعر آرٹ نہیں، جذب دروں کا چھلکنے والا اور نہ بجھنے والا بے ساختہ اظہار ہے۔ خواجہ مجذوب فرماتے ہیں۔

جو بھی ہونا ہے اِدھر یا اُدھر اے دل ہو جائے
دو بدو آج تو ان سے سرِ محفل ہو جائے

اس اظہار کی کیفیت شیخ کا سامنا کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ خواجہ صاحب خود ہی شیخ سے محبت و تعلق اور شیخ سے وارفتہ و والہانہ لگاؤ کو ایک نئے انداز میں کہتے ہیں۔

آج تو وہ نظرِ مرشدِ کامل ہو جائے
یہ جو مجذوب ہے سرتابقدم دل ہو جائے

حسن اور عشق سے مل جائے اماں ناممکن
ہائے کیونکر کوئی بے دیدہ و بے دل ہو جائے۔

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ:

عالمی تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی ۱۱ محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۹۵ء نماز فجر کے وقت دہلی میں رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی عمر ۷۴ سال تھی اور وہ کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ اسی روز بعد عصر ہمایوں کے مقبرہ میں مولانا اظہار الحسن نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں مولانا کے لاکھوں ارادت مندوں نے شرکت کی اور اپنے محسن و مربی کو بنگلے والے محلہ میں سپردِ خاک کیا۔

حضرت مولانا گزشتہ ۳۱ سال سے تبلیغی جماعت کے امیر تھے۔ ان کا قیام تبلیغی مرکز بستی نظام الدین میں تھا۔ وہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے داماد تھے۔ تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کے فرزند مولانا محمد یوسف کے انتقال کے بعد جماعت کی امارت کا منصب ان کے سپرد ہوا جسے انہوں نے زندگی کے آخری سانس تک نبھایا۔

حضرت مولانا کی شخصیت دنیا بھر میں تبلیغ دین کے عظیم کام کی نسبت سے متعارف تھی۔ انہوں نے تمام عمر دین کی تبلیغ اور خدمت میں بتا دی۔ وہ ان عظیم لوگوں میں سے تھے جن کے عمل سے سنت نبوی کی خوشبو آتی ہے۔ ان کے وجود سے لاکھوں انسانوں کو ہدایت ملی اور یہی اُن کے لئے توشہ آخرت ہے۔ مولانا کی زندگی دینِ اسلام کی دعوت اور تبلیغ و تعلیم کے لئے وقف تھی۔ انہوں نے سچی لگن، خلوص اور ایثار کے ساتھ تبلیغ کے مشن کو جاری رکھا جس کے نتیجہ میں آج دنیا بھر میں دعوت و تبلیغ کا کام پھیل چکا ہے۔ حضرت مولانا انعام الحسن دینی حلقوں میں "حضرت جی" کے نام سے معروف تھے۔ وہ اپنے اسلاف کے صحیح جانشین تھے۔ ایسے جانشین، جنہوں نے اسلاف کی محنت اور کام میں اضافہ کیا اور کوئی کمی نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرمائے، ان کے درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کے علاوہ تمام دینی حلقوں کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور "حضرت جی" کے مشن کو کامیابی سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت مولانا غلام قادر ملتانی کی رحلت

مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ ملتان کے مہتمم مولانا غلام قادر صاحب گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد ملتان میں انتقال کر گئے۔ وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز اور حضرت مولانا خدا بخش ملتانی رحمہ اللہ کے داماد تھے۔ تنظیم اہل سنت کے مرکزی رہنما تھے۔ عمر بھر وعظ و تبلیغ میں مصروف رہے۔ وہ ایک سادہ، ملنسار

درویش منش انسان تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور خطاؤں کو معاف فرما کر درجات بلند فرمائے، لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے (آمین)

بابا غلام رسول کی رحلت

مجلس احرارِ اسلام ملتان کے انتہائی مخلص اور قدیم کارکن محترم بابا غلام رسول ۲۶ محرم مطابق ۲۵ جون بروز اتوار ایک بجے شب نشتر ہسپتال ملتان میں انتقال فرماگئے۔ وہ گزشتہ چند سالوں سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے اور یہ دل کا تیسرا دورہ تھا جس سے وہ جانبر نہ ہوسکے اور خالقِ حقیقی سے جاملے۔ بابا جی نہایت غریب آدمی تھے مگر دل کے بے پناہ غنی تھے۔ ساری عمر مزدوری کر کے حلال کمایا۔ اولاد سے محروم تھے اپنا مکان بیچ کر اس کی رقم مدرسہ معمورہ ملتان کی مسجد کی تعمیر کے لئے وقف کرگئے۔ اور ان دنوں مدرسہ میں ہی قیام پذیر تھے۔ ایسا وفادار، ایثار پیشہ اور فراخ دل انسان...... جو اپنی مثال آپ تھا اور اس کا عمل کارکنوں کے لئے نشانِ منزل۔ ایسے ہی کارکن ہوتے ہیں جو کسی بھی جماعت میں ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں، بنیادی پتھر ہوتے ہیں اور جماعت ان پر ناز کرتی ہے۔ بابا غلام رسول ہوشیار پور (بھارت) سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔ پینتالیس برس سے مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ تھے۔ ایسی وابستگی کہ بڑے بڑے سیاسی طوفان بھی انہیں ہلا نہ سکے۔

۲۵ جون کو رات ۹ بجے دل کا دورہ پڑا۔ انہیں ہسپتال لے جایا گیا مگر وہ اللہ، اللہ، اللہ کا ورد کرتے ہوئے اللہ سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

۲۶ جون کی صبح ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے بابا جی کو غسل دیا اور مدرسہ معمورہ سے انکا جنازہ اٹھایا گیا۔ حضرت پیر جی نے ہی نماز جنازہ پڑھائی اور جلال باقری قبرستان میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے قدموں میں ان کا ایک جاں نثار کارکن محوِ خواب ہو گیا۔ شورش کاشمیری مرحوم نے سچ کہا تھا۔

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

مولانا محمد ازہر کو صدمہ

جامعہ صدیق اکبر ملتان کے ناظم اعلیٰ اور ماہنامہ الخیر ملتان کے سابق مدیر مولانا محمد ازہر صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔ مولانا محترم کے لئے یہ ایک گہرا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور مولانا کو صبر عطا فرمائے۔ ان کی وفات سے مولانا کے لئے جو خانگی مشکلات پیدا ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دور فرمائے (آمین)

ابو بیسون اللہ بخش احرار کو صدمہ

نقیب ختم نبوت کے طباعتی امور کے نگران اور ہمارے رفیق فکر ابو بیسون اللہ بخش احرار کے نومولود فرزند انتقال کر گئے۔ معصوم بیٹے کی رحلت سے اللہ بخش احرار صاحب کو بہت صدمہ پہنچا ہے کہ یہ ان کی چار لڑکیوں کے بعد پہلی اولاد نرینہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔ اس کے فیصلے یقیناً درست ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ پاک انہیں صبر عطاء فرمائے اور نومولود کو ان کے لئے نجاتِ اخروی کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

برادرم لئیق الرحمن مرحوم

بھیرہ سے ہمارے کرم فرما محترم حافظ عزیز الرحمن خورشید اور مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم کے بھتیجے برادرم لئیق الرحمن ۲۱ جون کو انتقال کر گئے۔ وہ حافظ عتیق الرحمن صاحب کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

- جامع مسجد منانیہ وزیر آباد کے خطیب اور عالمِ دین مولانا عبد الرحمن عتیق گزشتہ ماہ خطبۂ جمعہ کے دوران انتقال فرما گئے۔
- مجلس احرار اسلام بہاولنگر کے رہنما محترم حافظ انیس الرحمن صاحب کے والد ماجد ۱۹ جون کو انتقال فرما گئے۔
- مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے مخلص کارکن محترم خالد فاروق صاحب کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔
- مجلس احرار اسلام (قاسم بیلہ) ملتان کے کارکن بھائی زاہد حسین صاحب کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال فرما گئیں۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا گو ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔
قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بھی تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا کریں اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔

دعاء صحت

ہمارے بہت ہی کرم فرما اور مہربان جناب ڈاکٹر سید محمد اسمٰعیل بخاری (مقیم امریکہ) اور ان کی اہلیہ شدید علیل ہیں۔ وہ گزشتہ ماہ حج کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہاں ٹریفک کے ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے۔ ان دنوں وہ امریکہ کے ایک ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں میاں بیوی کو صحت عطاء فرمائے۔ احباب سے بھی ان کی صحت یابی کے لئے دعاء کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

رنگِ سخن

پروفیسر محمد اکرام تائب

ہم کو ناکردہ گناہوں کی سزائیں دے گیا
موسمِ گرما ہیں لو ہے کی قبائیں دے گیا

شہر والوں کو تو بخشے ہیں ہزاروں آفتاب
گاؤں والوں کو مگر کالی گھٹائیں دے گیا

اُس کے کاخ و کو میں ہیں رقصاں بہاریں چار سُو
جو ہمیں اُجڑی ہوئی غمگیں فضائیں دے گیا

دس روپے لے کر کوئی دیتا نہ اتنی گالیاں
اک اٹھنی لے کے وہ جتنی دعائیں دے گیا

اُس نے جو منگوائی تھیں کل آپریشن کے لئے
ڈاکٹر اسٹور پر آ کر دوائیں دے گیا

چور بازاری ، سمگلنگ ، جھوٹ ، نفرت اور فریب
جانے والا وقت یہ کیا کیا بلائیں دے گیا

اُس پری پیکر کے چہرے سے نگاہیں موڑ کر
دامنِ دل کھینچتے بچوں کے دل کو توڑ کر
گھر سے چل نکلا ہوں میں تائب تلاشِ رزق میں
اپنے پیچھے دوڑتی بیٹی کو روتا چھوڑ کر

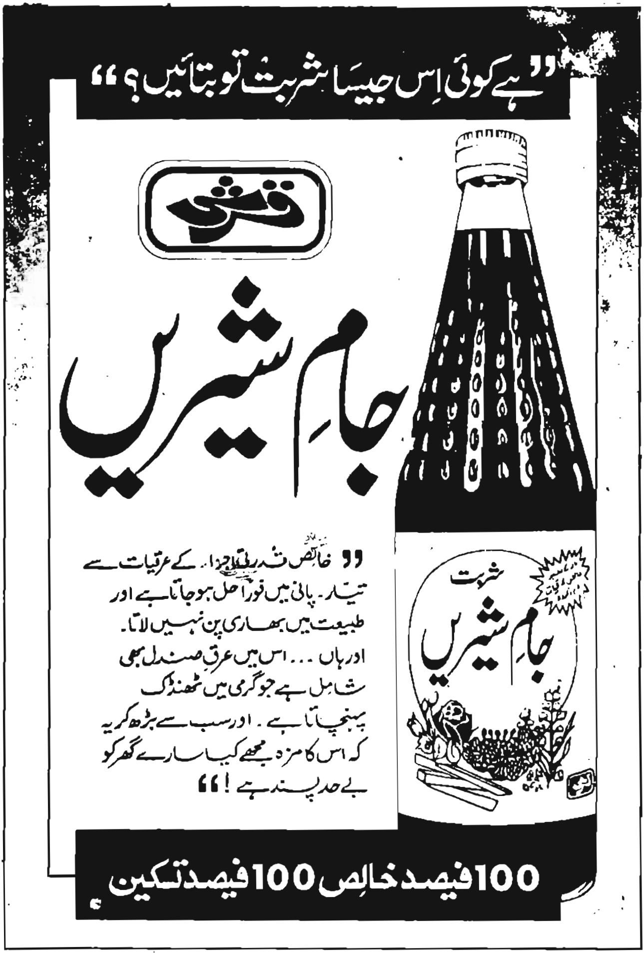
"ہے کوئی اِس جیسا شربت تو بتائیں؟"
قرشی
جامِ شیریں
"خالص قدرتی جڑی بوٹیوں کے عرقیات سے
تیار۔ پانی میں فوراً حل ہوجاتا ہے اور
طبیعت میں بھاری پن نہیں لاتا۔
اور ہاں ... اس میں عرقِ صندل بھی
شامل ہے جو گرمی میں ٹھنڈک
پہنچاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ
کہ اس کا مزہ مجھے کیا سارے گھر کو
بے حد پسند ہے!"
شربت
جامِ شیریں
100 فیصد خالص 100 فیصد تسکین

ہر محفل کا میزبانِ خصوصی

رُوح افزا

تقریب کی نوعیت پر منحصر نہیں۔ کوئی موقع ہو، کیسی ہی محفل ہو، ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے رُوح افزا پیش پیش۔

فرحت، تازگی اور توانائی کے لیے بے مثال
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں لازوال۔

ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

روحِ پاکستان ۔ رُوح افزا
راحتِ جان ۔ رُوح افزا

خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے

ADARTS

HMD-6 87

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان کا

تاریخ ساز

امیرِ شریعت نمبر

(حصہ دوم)

شائع ہو گیا ہے۔

- اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب کے سوانح و افکار
- ایک تاریخ ✿ ایک دستاویز ✿ ایک داستان ✿ خاندانی حالات
✿ سیرت کے مجلا اوراق ✿ خطابتی معرکے ✿ سیاسی تذکرے
✿ بزم سے لیکر رزم اور منبر و محراب سے لیکر دار و رسن تک

✿ نصف صدی کے ہنگاموں، جہادی معرکوں، تہذیبی محاربوں، مذہبی سازشوں اور علمی محاذ آرائیوں کی فضا میں ایک آوازِ ہدایت، جو بصیرت، حریت اور بغاوت کا سرچشمہ تھی۔

- خوبصورت سہ رنگا سرورق **576** صفحات
- قیمت **300** روپے

مستقل سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت

صرف **200** روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر نمبر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے: سید محمد کفیل بخاری

مدیر مسؤل، ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱